

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

عالم اسلام کو خانقاہ رضویہ کی طرف سے
عرس خواجہ غریب نواز اور عرس نوری (مارہرہ شریف) مبارک ہوا

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

ماہنامہ

اعلیٰ حضرت

بریلی شریف



May 2016

رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

مدیر اعلیٰ

(مولانا) محمد سبحان رضا خاں "سبحانی میاں"

عرس خواجہ غریب نواز کے موقع پر قوم کے نام حضور صاحب سجادہ کا ایک اہم

پیغام

حامداً ومصلیاً ومسلماً!

سرزمین ہندوستان، صوفیائے کرام کی تعلیم رشد وہدایت کی ابدی نعمتوں، خانقاہی نظام کی جلوہ سامانیوں، اولیائے عظام کے روحانی جلووں اور علمائے اہلسنت کی مخلصانہ دعوت وتبلیغ کے روشن ومنور نقوش سے ہمیشہ درخشاں وتاباں رہی ہے۔ اس سرزمین ہند پر اسلامی افکار ونظریات کے لہلہاتے گلشن سدابہار میں جہاں سلطان الہند حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کے خلفاء اور دیگر خواجگان چشت کی مخلصانہ دعوت وتبلیغ کے خوش نما گلہائے رنگارنگ نظر آتے ہیں تو وہیں اس میں سرکاران بلگرام وکالپی، مشائخ مارہرہ ومسولی اور علمائے بریلی جیسے قادری بزرگوں کی انتھک کوششوں کے دل کش بیل بوٹے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ اس لالہ زار کو معطر بنانے میں جہاں مشائخ نقش بند نے شب وروز جدوجہد کی ہے وہیں اس کی حنابندی کرنے میں سہروردی بزرگوں نے بھی بے پناہ قربانیاں پیش کی ہیں۔ سرکار خواجہ غریب نواز کے گلستان ہند کی رعنائیوں کی حفاظت وپاسبانی میں جہاں خانوادۂ محدث دہلوی، علمائے فرنگی محل اور افاضل خیرآبادی نے بے انتہا قربانیاں پیش کی ہیں تو وہیں اس سلسلہ میں میرے جد کریم سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت، ان کے خلفاء وتلامذہ اور دیگر مشائخ خانوادۂ رضویہ کی بے مثال قربانیوں کو بھی ہرگز ہرگز فراموش نہیں کیا جاسکتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہندوستان میں اسلام خواجہ غریب نواز جیسے اولیائے کرام اور صوفیائے عظام نے پھیلایا ہے تو اس کی حقیقی حفاظت وپاسبانی کا فریضہ ماضی قریب میں سرکار اعلیٰ حضرت اور ان سے وابستہ علمائے کرام نے انجام دیا ہے۔ بلاشبہ اسلامیان ہند ان عبقری شخصیات اسلام کے ساتھ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احسانات سے کبھی بھی عہدہ برآں نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ حضرت خواجہ غریب نواز نے ہندوستان جیسی سرزمین کفر وشرک کو اسلام کی لازوال نعمتوں سے سرفراز کرنے کے لئے بے حساب خدمات انجام دی ہیں جنھیں رہتی دنیا تک کبھی بھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ اس لئے عرس خواجہ غریب نواز کے موقع پر ہم تمام اہل سنت کو سلطان الہند کی بارگاہ میں اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کرنے کے لئے ان کی یاد میں مجلسیں، ایصال ثواب کی محفلیں اور جلسے منعقد کر کے اپنی نئی نسل کو ان کی ان خدمات سے روشناس کرانا چاہئے۔ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں روحانی خطوط پر دینی خدمات انجام دیں جو مالک ہندوستان سلطان الہند سیدنا سرکار خواجہ غریب نواز اور دیگر بزرگان دین وصوفیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے متعین فرمائے اس لئے ہمیں بھی انہیں بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دینی ومذہبی خدمات انجام دینا چاہئے۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں "سبحانی" غفرلہ القوی

خادم آستانہ اعلیٰ حضرت، بریلی شریف

بیادگار: امام اہلسنت، مجدد دین وملت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ العزیز

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

فیض کرم
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری
علیہ الرحمہ

سرپرست روحانی
احسن العلماء حضرت علامہ
سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں
علیہ الرحمہ
مارہرہ شریف

فیض روحانی
حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ
محمد حامد رضا قادری
علیہ الرحمہ

زیر سایۂ کرم
ریحان ملت حضرت علامہ شاہ
محمد ریحان رضا نوری قادری
علیہ الرحمہ

بانیٔ رسالہ
مفسر اعظم حضرت علامہ
محمد ابراہیم رضا قادری
"جیلانی میاں" علیہ الرحمہ

جلد نمبر ۵۶ شمارہ نمبر ۵

رجب المرجب ۱۴۳۷ھ
مئی ۲۰۱۶ء
May 2016

کلام الامام امام الکلام

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
حرماں نصیب ہوں تجھے امید گہ کہوں
جانِ مراد و کانِ تمنا کہوں تجھے
گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں ادا کہوں
درمانِ دردِ بلبلِ شیدا کہوں تجھے
اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں
اے جانِ جاں میں جانِ تجلّا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
کہہ لے گی سب کچھ ان کے ثنا خواں کی خامشی
چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی غلطی راہ پا جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اگلی اشاعت میں تصحیح کر دی جائے گی۔

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
ماہنامہ اعلیٰ حضرت
۸۲ سوداگران بریلی شریف

Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581-2575683,
2555624(Fax)2574627
(Mob)(+91)-9359103539
E-mail: [illegible]
E-mail: [illegible]

ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.ala-hazrat.org

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHANA ALA HAZRAT
A/c No.
004300210004 3696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

زر سالانہ ممبرشپ	
فی شمارہ:	20/-
زر سالانہ:	200/-
بیرون ملک:	20$ امریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر مولانا [illegible] رضا خاں "..." نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

فہرست

ہر ماہ انٹرنیٹ پر ماہنامہ اعلیٰ حضرت پڑھنے کے لیے کلک کریں ہماری اس ویب سائٹ پر۔

Website:-www.ala-hazrat.com, E-mail:-subhanimian@yahoo.co.in

E-mail:-mahanamaalahazrat@gmail.com,saleembly@gmail.com

جس شاخ پہ بیٹھے ہو وہ ٹوٹ بھی سکتی ہے

اداریہ:- قاری عبدالرحمٰن خان قادری، مدیر ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

ادیبوں، صحافیوں، مصنفوں اور دانشوروں نے ہر دور میں قوم وملت کی زبردست خدمت انجام دی ہے۔ یہ دور اندیش طبقہ ہمیشہ عالمی منظرنامہ پر گہری نظر رکھتا ہے۔ جب جب حالات تشویش ناک ہوئے اور انسانیت کرب واضطراب میں مبتلا ہوئی تب تب اس طبقہ نے اپنی اہم ذمہ داری نبھاتے ہوئے قلم کی تلوار سے ظلم واستبداد کا سینہ چاک کیا۔ جب جب محبت ورواداری اور شفقت و پیار کے لہلہاتے ہوئے گلشن کو آگ لگانے کی ناپاک کوشش کی گئی تب تب اس عظیم طبقہ نے اپنے قلم کی نوک سے عیاری وسفاکیت کا پردہ چاک کیا اور ہر دشمنِ امن وامان اور مخالف انسانیت کو بے نقاب کر کے اہل جہان کو اس کے ناپاک عزائم اور قاتل ارادوں سے آگاہ کیا۔

یہی باہمت اور باشعور طبقہ سماج کو اس کی عظمت رفتہ اور باہوش ضمیر کی یاد دلاتا ہے۔ شرپسند سیاسی جماعتوں کے غلط اور جاہلانہ فیصلوں کو صحیح قرار دینے کے بجائے ان کی اصلاح کرتا ہے۔ قوم ونسل کی آبیاری اور ذہن سازی میں اس طبقہ کے اعلیٰ کردار وخدمات کا بڑا دخل ہے۔ سماج کی خوابیدہ فکر اور قوت اخلاقیات کو بیدار کرنے میں ادباء کی تابندہ تحریروں کا زبردست رول ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر گوشے اور انسانیت کے ہر طبقہ میں ادباء ومصنفین کو قدر و منزلت اور احترام وتکریم کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ انہیں انعامات و اعزازات سے نواز کر ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ گویا ان کو راضی وخوش رکھنا ملک کی بقا اور سالمیت کے لیے ضروری تصور کیا جاتا ہے۔ ان کی تابندہ تحریروں اور اعلیٰ افکار کے نور سے ملک میں اجالے پھیلتے ہیں۔ ان کی تجاویز اور مفید آرا سے ظلم کی ظلمت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ماضی کے صفحات پر غائرانہ نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ بلند خیال اور اعلیٰ تخیل شاعروں نے ہر دور میں قوم کو دشمنوں کی عیار چالوں اور فتنہ انگیز حرکتوں سے اپنے شعر وسخن کے ذریعہ خبردار کیا ہے۔

موجودہ ہندوستان میں ''مودی'' کی حکومت کے دوران فرقہ پرستی، عدم رواداری، ہندو دہشت گردی اور انسانیت مخالف ہوائیں ملک کے گوشہ گوشہ میں چلنے لگیں۔ آر، ایس، ایس، اور شو سینا جیسی ہند مخالف تنظیمیں سخت دریدہ ذہنی اور عناد وفساد پر اتر آئیں۔ مسلمانوں کے خلاف صرف نعرہ بازی ہی نہیں بلکہ ''کشت و خون'' کا بازار بھی گرم ہونے لگا۔ ہر طرف افراتفری، آوارہ گردی، عدم رواداری اور زہر افشانی ہے۔ ان حالات میں اعزاز یافتہ شاعروں، ادیبوں اور قلمکاروں کا حرکت میں آجانا کوئی نئی بات نہیں۔ اس سے قبل بھی اس قسم کے احتجاج رونما ہو چکے ہیں۔

ادیب، صحافی، شاعر اور قلمکار ملک کی سیاست کا ایک اہم ستون ہوتے ہیں۔ ادب وصحافت کا رخ جس سمت ہوتا ہے ملک کی سیاست بھی اسی جانب متوجہ ہوتی ہے۔ بے باک اور حق پسند صحافت ملک وقوم کا وقار ہے۔ جبین سیاست کا چمکدار جھومر بلکہ اس کا گوہر آبدار ہے۔ ادیب کے ہاتھ کا قلم سیاست کے لیے سرمایۂ افتخار اور چمن زار انسانیت کی بہار ہے۔ قلم نور بھی بکھیرتا ہے اور خون بھی بہاتا ہے۔ قلم حکمراں بھی ہے اور منصف عادل بھی۔ قلم تاج بھی بخشتا ہے اور خاک میں بھی ملاتا ہے۔ قلم اوج ثریا کی بلندی بھی عطا کرتا ہے اور ثریا کو ثریٰ بھی بناتا ہے۔

''سب کا ساتھ سب کا وکاس'' کا نعرہ لگا کر اقتدار میں آنے والے راہ راست سے اتنا دور چلے گئے کہ ان کو عام راہیوں کی خبر تک نہیں۔ کون تھک ہار کر بیٹھ گیا؟ کون برہنہ پا ہے؟ کون ہلاک ہوا؟ کون مارا گیا؟ کون لوٹا گیا؟ کون واپس ہو گیا؟ انہیں کچھ خبر نہیں اور اگر خبر ہے پھر بھی خاموش ہیں تو اس پاپ کا ذمہ دار کس کس کو قرار دیا جائے؟ جس کو دیکھو وہی آمادۂ کشت وخون ہے۔ دور کانگریس میں اہل کانگریس جو نہ کر سکے وہ بی جے پی کے کٹر، متعصب اور جٹا دھاری لیڈران انجام دے رہے ہیں۔ اتنی مختصر سی مدت ہی میں لوگ عاجز آگئے ہیں اور ان کو ان کے کیفر کردار تک پہنچانے پر آمادہ ہو گئے۔ بہار کے نتائج نے عوام کی بے چینی اور بوکھلاہٹ کا کھلے عام اظہار کر دیا ہے۔ جس سے یقین ہوتا ہے کہ آئندہ کے انتخابات میں برسر اقتدار پارٹی کو دال آٹے کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔

ملک کے دانشور اور قلمکار طبقہ نے ''ایوارڈ واپسی'' کے ذریعہ ملک کی زبوں حالی نیز برسر اقتدار پارٹی کی بے راہ روی پر اپنی فکر وتشویش کا اظہار بھی کیا اور احتجاج بھی۔ ماضی قریب میں ہر دن کوئی نہ کوئی قلمکار اپنا ایوارڈ واپس کرتا رہا۔ نہایت ضعیف اور چلنے پھرنے سے معذور قلمکار بھی احتجاج کے اسٹیج پر کسی نہ کسی طرح حاضر آئے اور اپنے صاف اور کھلے بیان کے ذریعہ اپنے غم وغصہ کا اظہار کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ہم ہندوستانی ''اعزاز یافتگان'' کو اعزاز عزیز نہیں۔ بلکہ ملک کی خوشحالی، باہمی رواداری اور امن وامان کی زندگی زیادہ عزیز ہے۔ ہمیں بغیر اعزاز کے رہنا منظور ہے مگر ملک میں بڑھتی ''عدم رواداری'' اور ہر سمت ''عدم تحمل'' کا ماحول پسند نہیں۔

اپنا ہیروں سے جڑا تاج تو واپس لے لے
مجھ کو میری وہی بوسیدہ سی چادر دے دے

حالات کی ابتری کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ''روس'' نے ہندوستان کی بے اعتدالی اور ہندو دہشت گردی دیکھ کر ہندوستان کو ''غیر محفوظ سیاحتی ملک'' قرار دیا اور ''عدم تحمل'' کے اس پر تشویش ماحول میں اپنے شہریوں کو ہندوستان نہ جانے کی تاکید کی۔

(روزنامہ انقلاب اردو ۳۰؍نومبر ۲۰۱۵ء)

بے حسی اور ڈھیٹ پن کا یہ عالم کہ بجائے راستے پر آنے اور بگڑے ہوئے حالات سدھارنے کے زہر افشانی، دریدہ دہنی اور

ہزیان گوئی پر اتر آئے۔وزیر اعظم مودی اور ان کے دست راست امت شاہ اس معاملہ میں بالکل خاموش ہیں۔جیسے ''سانپ سونگھ گیا ہو'' اور ارون جیٹلی جیسے نابیناؤں کو کہیں بھی ملک بھر میں ''عدم تحمل'' کا ماحول نظر ہی نہیں آتا۔ہر طرف سکون وراحت اور امن وشانتی کے پھول کھلے نظر آتے ہیں۔آر۔ایس۔ایس۔جس کی ناپاک کوکھ سے بی جے پی کی نجس اولاد نے جنم لیا اسے ملک کے امن پسند شہریوں کی مخالفت سے فرصت ہی کہاں؟

ان حالات میں مودی جی کو''ہوش کے ناخن'' لینا چاہیے۔ غیر ملکی اسفار کے سلسلہ کو روک کر ذرا اپنے ملک کی ڈوبی ہوئی کشتی کی بھی خبر لیں۔اپنے وعدوں کو بھی یاد رکھیں اور مستقبل پر بھی نظر رکھیں۔دانا وہ نہیں جو صرف اپنے ''پاؤں'' پر نظر رکھے۔دانا وہ ہے جو منزل کے مناروں پر نظر رکھے اور انہیں مناروں کے نور سے اپنی زندگی کے نشیب وفراز کو منور و تابناک بنائے۔مودی جی! آنکھیں کھولیئے۔ملک کے بگڑتے حالات پر نظر ڈالیئے اپنے بے لگام وزراء وممبران پارلیمنٹ کو لگام دیجئے۔ورنہ یاد رکھئے وہ دن آنے والا ہے جس میں قوم اپنا سب کچھ اگلا پچھلا حساب چکالے گی۔جو لوگ کسی کے سر پر تاج سجانا جانتے ہیں وہ تاج چھین کر پیروں سے ٹھکرانا بھی جانتے ہیں۔اپنے وعدے وفا کیجئے۔بلندی پر پہنچ کر پستی والوں کا خیال رکھئے۔ورنہ یاد رکھیں کہ۔۔۔

شہرت کی بلندی بھی پل بھر کا تماشا ہے
جس شاخ پہ بیٹھے ہو وہ ٹوٹ بھی سکتی ہے

نعت پاک

''تمہارے شہر میں آکر تمہاری نعت پڑھوں''

از:- قاری محمد رضوان رضوی پورنپوری،خطیب وامام رضا مسجد،
استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

چراغ عشق جلا کر تمہاری نعت پڑھوں
دُرود لب پہ سجا کر تمہاری نعت پڑھوں
تمنا کروٹیں لے لے کے بس یہ کہتی ہے
تمہارے شہر میں آکر تمہاری نعت پڑھوں
قریب گنبد خضریٰ میں جس گھڑی پہنچوں
ادب سے سر کو جھکا کر تمہاری نعت پڑھوں
مزہ تو جب ہے کہ ہجراں کی رات کاغذ پر
میں لفظ لفظ ملا کر تمہاری نعت پڑھوں
کبھی جو پچھلے پہر یاد آئے طیبہ کی
میں شب کے جگنو جگا کر تمہاری نعت پڑھوں
صبا بھی کہتی ہے یہ موسم بہاراں سے
فضا میں خوشبو لٹا کر تمہاری نعت پڑھوں
ہر ایک تتلی محبت سے عرض کرتی ہے
چمن میں پھول کھلا کر تمہاری نعت پڑھوں
تصورات کے عالم میں تم ہی ہوتے ہو
میں خلوتوں میں جو جا کر تمہاری نعت پڑھوں
ہر ایک پل یہی رضوان سوچتا ہوں میں
غم جہاں کو بھلا کر تمہاری نعت پڑھوں

ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ

باب التفسیر

تفسیر: صدرالافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ

پیش کش: مولانا ابرارالحق رحمانی مدھوبنی

ترجمہ: - جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ۳۷۷ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں ۳۷۸ اے رب ہمارے تونے یہ بے کار نہ بنایا ۳۷۹ پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے رب ہمارے! بیشک جسے تو دوزخ میں لے جائے اسے ضرور تونے رسوائی دی۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اے رب ہمارے! ہم نے ایک منادی کوسنا ۳۸۰ کہ ایمان کے لیے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔ اے رب ہمارے! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں محو فرما دے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر ۳۸۱ اے رب ہمارے! اور ہمیں دے وہ ۳۸۲ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر۔ بے شک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔ تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام والے کی محنت اکارت نہیں کرتا مرد ہو یا عورت۔ تم آپس میں ایک ہو ۳۸۳ تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے میں ضرور ان کے سب گناہ اتار دوں گا اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں ۳۸۴ اللہ کے پاس کا ثواب اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

(سورہ آل عمران رکوع ۱۱ر پارہ ۴ر آیت ۱۹۰ تا ۱۹۵)

تفسیر: - ۳۷۷ یعنی تمام احوال میں۔ مسلم شریف میں مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام احیان میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ بندے کا کوئی حال یاد الٰہی سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے جو بہشتی باغوں کی خوشہ چینی پسند کرے اسے چاہیے کہ ذکر الٰہی کی کثرت کرے۔ ۳۷۸ اور اس سے ان کے صانع کی قدرت وحکمت پر استدلال کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ۔ ۳۷۹ بلکہ اپنی معرفت کی دلیل بنایا۔ ۳۸۰ ان منادی سے مراد یا تو سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جن کی شان میں داعیاً الی اللہ باذنہ وارد ہے۔ یا قرآن کریم۔ ۳۸۱ انبیاء وصالحین کے کہ ہم ان کے فرمابرداروں میں داخل کیے جائیں ۳۸۲ وہ فضل ورحمت۔ ۳۸۳ اور جزائے اعمال میں عورت ومرد کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

شان نزول: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں ہجرت میں عورتوں کا کچھ ذکر ہی نہیں سنتی یعنی مردوں کے فضائل تو معلوم ہوئے لیکن یہ بھی معلوم ہو کہ عورتوں کو بھی ہجرت کا کچھ ثواب ملے گا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کی تسکین فرما دی گئی کہ ثواب عمل پر مرتب ہے عورت کا ہو یا مرد کا۔ ۳۸۴ یہ سب اللہ کا فضل وکرم ہے۔

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب، تخریج اور تحقیق:- حضرت مولانا الحاج محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

خیانت کرنے والے کو متولی بنانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ہماری مسجد کے اوقاف کا منتظم ہے۔ مسجد کی آمدنی بقول زید مبلغ ۲۰۰ر روپیہ ماہوار ہے اور خرچہ ماہوار صرف مبلغ ۱۰۰ر روپے ہے۔ باقی ۸ر سال کی بچی ہوئی رقم جو تقریباً ساڑھے نو ہزار ہوتی ہے جب ہم نے اس کا حساب مانگا تو وہ حساب دینے کے لیے تیار نہیں ہوئے اور ہم لوگوں پر الزام لگایا کہ ہم نے رات میں اسے مار پیٹ کے مسجد کے مبلغ تین ہزار روپیہ چھین لیے۔ ہمارے خلاف تھانے میں رپورٹ درج کرائی لہٰذا ہم تھانے گئے اور ہماری ضمانتیں بھی ہو گئیں۔ تھانے دار صاحب نے کہہ دیا ہے کہ جو حکم تمہاری شریعت کا ہوگا میں اسی پر فیصلہ کردوں گا لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ

مسجد کا روپیہ غبن کرنے والے کو متولی بنانا کیسا ہے؟

ہم مسلمانوں کو حساب لینے کا حق ہے یا نہیں؟

اس کی غلط مدد کرنے والوں پر کیا حکم ہے؟

زید پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

جو مسجد کا حساب دینے کو تیار نہیں اس کے ساتھ مسلمانوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟

مفصل جواب سے مطلع فرمائیں۔

مستفتیان

فقیر محمد، حامد علی شاہ، محمد منیر شاہ، محمد شاہ

کلفر گنج بریلی شریف

الجواب:- حساب فہمی کا اختیار ارا کین وعام مسلمانوں کو ہے۔ جو شخص خائن ہو وہ متولی رہنے کے قابل نہیں ہے۔ ایسے متولی کو علیحدہ کرنے کا حق ہے۔ درمختار میں ہے کہ "متولی اگر امین نہ ہو، خیانت کرتا ہو یا کام کرنے سے عاجز ہے یا علانیہ شراب پیتا ہے یا جوا کھیلتا ہے یا کوئی دوسرا فسق وگناہ کا کام علانیہ کرتا ہے اس کو معزول کر دینا واجب یہاں تک کہ اگر قاضی شرع (حاکم اسلام) نے اس کو معزول نہ کیا تو وہ بھی گنہگار ہے۔" اس نے مسلمانوں کے اوپر جو الزام لگایا ہے اگر واقعی وہ غلط وبے بنیاد ہے تو وہ سخت گنہگار ہے اور ضرور اس قابل ہے کہ اس کی تولیت ختم کردی جائے۔ اس ناجائز امر میں اس کی مدد کرنا گناہ ہے۔ لہٰذا جو لوگ جانتے ہوئے واقف حال ہو کر اس کی مدد کریں گے وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ اگر وہ باز نہ آئے اور حساب وغیرہ نہ بتائے تو اس سے اس وقت تک ترک تعلق کریں جب تک وہ حساب وغیرہ بتا کر توبہ نہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

دارالافتاء منظر اسلام محلہ سوداگران بریلی شریف

۲۳ر ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

معارف الحدیث

توسل واستمداد

حدیث انما انا قاسم کی بے مثال توضیح وتشریح کے ضمن میں ردّوہابیہ ودیابنہ پر مشتمل حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کا ایک گراں قدر علمی مضمون

از:- مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری علیہ الرحمہ

حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی کے حقیقی دادا اور حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے بڑے شہزادے نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ نے عقائد اہل سنت کی ترویج واشاعت، مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ وترسیل، خانقاہ رضویہ کی تعمیر وترقی، منظر اسلام کے عروج وارتقاء اور مرکز اہل سنت کے مسلکی پیغامات کو عام کرنے کے لیے ۱۹۶۱ء میں مرکز اہل سنت بریلی شریف سے ماہنامہ اعلیٰ حضرت شائع کرنا شروع کیا۔ منظر اسلام کے اہتمام وانصرام، درس وتدریس کی اہم ذمہ داریوں، دعوت و تبلیغ کے لیے ملک کے خطہ خطہ کے مذہبی اسفار اور خانقاہ رضویہ کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود آپ جب تک حیات رہے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے لیے قیمتی مضامین تحریر فرماتے رہے جو معارف القرآن اور معارف الحدیث کے نام سے شائع ہوتے یہ مضامین عموماً قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح اور ردّ وہابیہ اور ردّ دیابنہ پر مشتمل ہوتے۔ زیر نظر مضمون حدیث پاک "انما انا قاسم" کی مومنانہ تشریح پر مشتمل ہے جو ماہنامہ اعلیٰ حضرت جلد دوم شمارہ نمبر ۱۰ ماہ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ/ ستمبر ۱۹۶۲ء میں صفحہ نمبر ۷ تا ۸ پر شائع ہوا تھا۔ امسال بارہویں شریف کے موقع پر اجمیر مقدس کے سفر کے دوران جے پور جانے کا اتفاق ہوا جہاں میرے استاذ محترم حضرت قاری احترام عالم خان عزیزی مدظلہ النورانی کی کوششوں سے یہ قیمتی شمارہ حاجی نذیر احمد حامدی مرحوم ساکن گھاٹ گیٹ جے پور کے یہاں سے دستیاب ہوا۔ قارئین ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے لیے اب اسے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔ (محمد سلیم بریلوی)

وعن معاوية رضي الله تعالىٰ عنه من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين وانما انا قاسم والله معطي. (متفق عليه. مشكوة شريف)

(ترجمہ فارسی از اشعۃ اللمعات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

"کسے کہ می خواہد خدائے تعالیٰ بوئے نیکی را فقیہ می گرداند اورا دردین۔ وفہم وبزرگی ودانائی می بخشد وراں ولی کشائند۔ دیدہ بصیرت اورا تادرک می کند معانی کتاب وسنت راولی رسد بحقیقت مراد ازاں۔ فقہ دراصل بمعنی فہم وفطنت است ودر عرف شرع غالب آمدہ بر علم باحکام عملیہ۔ ونیستم من مگر قسمت کنندہ وخدا می دہد ہر کہ را می خواہد وہر چہ می خواہد از فقہ وفہم دردین وغیر آں۔" یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لیے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین میں فقیہ بنادیتا ہے۔ اور اس کو فہم وبزرگی ودانائی عطا فرماتا ہے۔ اس کا دیدۂ (چشم) بصیرت کھول دیتا ہے کہ سمجھ لے معانی کتاب وسنت کو اور پہنچے حقیقت (یعنی مراد) کو۔ اس فقہ سے بھی فہم وزیرکی مراد ہے جسے عرف شرع میں احکام عملی کا علم کہتے ہیں۔ اور نہیں ہوں میں مگر تقسیم کرنے والا۔ خدا

دیتا ہے جس کو چاہتا ہے جو چاہتا ہے۔فقہ وفہم دین میں اور اس کے علاوہ۔

تشریح:- کتاب وسنت سے احکام اسی کو معلوم ہوتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ فقیہ بناتا ہے۔(تو اس فقیہ کی تقلید لازم ہوئی) اور اللہ دیتا ہے میں بانٹتا ہوں۔تو یہ فقہ،فہم وذکاوت احکام کے استنباط کی اہلیت میرے ذریعہ سے اللہ عطا فرماتا ہے۔تو یہ کس کو ملی؟ اور کون اس سے محروم رہا؟ تو جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل وذریعہ کے منکر ہیں وہ اس فقہ سے محروم ہیں۔جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس زمانے میں میت (مردہ) جانتے اور (یہ لکھتے ہیں) ''اور میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں'' (تقویۃ الایمان) حضور کی طرف ایسے دروغ قول کی نسبت کر رہے ہیں۔ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔وہ یہ سمجھتے ہیں ''حضور ہیں کہاں جو ہمیں دیں۔اللہ دیتا ہے حضور نہیں''۔وہ ہیں محرومین۔جو اس فقہ وفہم سے محروم ہیں کیوں کہ حضور نے فرمایا ''اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں'' یعنی حضور وسیلہ و ذریعہ ہیں عطائے رب کا۔یہی طبقہ ہے جو اس فقہ سے محروم ہے اور فقہ کا منکر بھی ہے۔(دیکھئے ہمارا مضمون مرغے کی ایک ٹانگ)

فقہ کے معنی حضرت شیخ نے تحریر فرمائے ''اس کی چشم بصیرت کھول دیتا ہے۔'' یہ چشم بصیرت کس کی کھلی ہے اور کون عمہ (دل کا اندھا) کے مرض میں گرفتار ہے۔اللہ نے منافق کے لیے فرمایا ''فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضاً'' (یعنی) ان کے دلوں میں مرض ہے (اہانت رسول وعداوت رسول کا) تو اللہ نے ان کے اس مرض کو اور بڑھایا ہے۔(اسے شفا نہیں۔جو شفا چاہے تو علامہ قاضی عیاض کی (کتاب) شفا پڑھے)۔دل کا اندھا وہ ہے جو منکر ہے معتقدات سلف اور فقہ ائمہ کا۔معتبر کتب فقہ میں ہے جب سنے اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ تو اپنی انگلیاں آنکھوں پر رکھے اور کہے ''قرۃ عینی بک یا رسول اللہ'' میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ کے ذریعہ سے ہے یا رسول اللہ۔اس حدیث پر لکھا کہ حدیث مرفوع میں ہے کہ ایسا کرنے والا نابینا نہ ہوگا۔(یہ ہیں دل کے نابینا اس کے منکر) اس حدیث پر علامہ علی قاری محدث فقیہ نے بحث لکھی اور اس کے مرفوع ہونے میں کلام کیا لیکن تحریر فرماتے ہیں کہ ''یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل ہے اور یہ اقتدا کے لیے کافی ہے کہ صدیق کا عمل ہے۔'' یہ لکھا ہے علامہ قاری نے۔محدث وفقیہ نے۔

وہ حدیث کہ حضور علیہ السلام نے ''ضریر البصر (نابینا) کو دعا تعلیم فرمائی جس میں توسل اور ندا اور شفاعت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ وہ نابینا اس دعا سے بینا ہو گئے (دیکھئے مشکوٰۃ شریف،ترمذی شریف وغیرہ)''۔تو نابینا وہ ہیں جو توسل اور ندائے یا رسول اللہ اور شفاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور وجاہت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔فقہ وفہم وعقل و(علم) سب قریب المعنی ہیں۔جن کو عقل نہیں انہیں فقہ کیسے ہو سکتی ہے۔کس کو عقل نہیں؟ قرآن نے فرمایا ''ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون'' ''بے شک جو لوگ اے محبوب آپ کو ندا کر رہے ہیں۔(بے ادبی وبدتمیزی سے نام مبارک لے کر) حجروں کے پیچھے سے ان میں اکثر بے عقل ہیں۔یہ آیت کریمہ نجدیوں (بنی تمیم) کے وفد کے بارے میں نازل ہوئی۔بے ادب کو قرآن نے بے عقل کہا۔جو

بے عقل (بے ادب) ہیں ان کو فقہ وفہم کیا ہو سکتی ہے؟" ومن کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الآخرة اعمیٰ واضل سبیلا۔" جو اس میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہوگا اور راہ سے بہت زیادہ بھٹک جانے والا۔

اللہ کو روز قیامت دیکھیں گے۔ دنیا میں اس کے دیکھنے سے نابینا ہیں یعنی شان رسالت، وجاہت، شفاعت، کرامت، رفعت وعزت رسول جسے دنیا میں نظر نہیں آئی جو اس سے اندھا ہے اسے روز قیامت اللہ کا دیدار نہ ہوگا۔ یہ ہیں "اضل سبیل"۔ راہ سے بہت زیادہ گمراہ۔ شفا شریف میں صراط مستقیم (سیدھا راستہ) کی تفسیر آئی "محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"۔ اللہ کا سیدھا راستہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ جو ان سے دور ہوا وہ ہے اضل سبیل۔ اللہ کا راستہ تو رسول کی طرف ہے۔ ان کی طرف پیٹھ کر کے نہیں۔ اللھم صل علیٰ سیدنا محمد و آله وصحبه و بارك وسلم كما هو اهله وكما تحب و ترضیٰ له۔

☆

مفسر اعظم ہند کا منظر اسلام کے لیے بے مثال ایثار

حضرت سیدنا سرکار مفسر اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس جانفشانی اور کتنی کدوکاوش سے جامعہ رضویہ منظر اسلام کے تعلیمی سفر کو منزل مقصود کی راہ پر گامزن رکھا اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ جو ماہنامہ اعلیٰ حضرت دسمبر ۱۹۶۲ء کے شمارے میں "کوائف دار العلوم منظر اسلام" کے نام سے درج ہے۔ جس میں سخت علالت اور بیماری کے باوجود آپ نے منظر اسلام سے فارغ ہونے والے طلبہ کے جبہ ودستار کے انتظام کے لیے یہ سخت ترین اور اپنی صحت کے لیے ضرر رساں سفر فرمایا:

"باوجود سخت علالت کے نبیرۂ اعلیٰ حضرت نے عرس پوکھریرا خانقاہ رحمانی بنارس ہوتے ہوئے مظفر پور کا سفر کیا۔ اس سفر کا داعیہ یہ تھا کہ دستار بندی کے اس جلسہ میں ۳۰ رطلبہ کی دستار ہونا تھی ۲۸ رطلبہ درجۂ حدیث ۲ رحفاظ۔ اور ۲۸ رطلبہ کی دستار کے ساتھ عبا پوشی کرنا تھی۔ بریلی میں حاسدین کی کشمکش سے انتظام مشکل تھا خدا کا شکر ہے کہ اہل بنارس نے اس بار کو بخوشی برداشت کیا۔ حالانکہ انہیں اور کام بھی تھے۔ ایک مقدمہ بھی تھا جو دیوبندی فتنہ کی پیداوار ہے۔ مسجد اہل سنت پر جس کی آمدنی اچھی ہے تولیت کا دعویٰ ہے (دیوبندیوں کا)۔ اہل بنارس کا خود مدرسہ موجود ہے۔ مدرسہ حمیدیہ رضویہ۔ پھر بھی اہل سنت بنارس نے جامعہ اعلیٰ حضرت (منظر اسلام) کی یہ امداد کی کہ جبہ ودستار کا صرفہ اپنے ذمے لیا"۔

اس کے بعد کچھ آگے چل کر یوں تحریر ہے "اس سفر میں دو مرتبہ (جان کے) خطرے سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر بھی سفر جاری رہا۔ انجکشنوں سے تدارک کیا گیا۔ پوکھریرا دیہات ہے یہاں خانقاہ رحمانی کا عرس تھا، یہ خانقاہ اس اطراف میں مرکز اہل سنت ہے۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت کی آمد پر یہاں ہمیشہ بڑا اجتماع ہوا کرتا ہے چنانچہ ہوا۔ (سخت بیماری کی بنیاد پر) زبان بندی کی وجہ سے تقریر سے معذوری تھی۔ پھر بھی تقریر ہوئی۔ تحریری تقریر کو مولوی سلیمان صاحب باتھوی مدرس مدرسہ رحمانیہ نے سنایا۔ الحمد للہ! اس سفر کا منشا پورا ہوا۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت شمارہ دسمبر ۱۹۶۲ء صفحہ نمبر ۳۰)

انٹرنیشنل صوفی کانفرنس-تصوف کے پاکیزہ چہرے پر ایک بدنما داغ

کون معشوق ہے اس پردۂ ژنگاری میں

حال ہی میں دہلی کی سرزمین پر تصوف کے نام پر ہونے والی صوفی کانفرنس سے جماعت اہل سنت، خانقاہی نظام اور صوفیانہ افکار ونظریات کو پہنچنے والے نقصانات کو اجاگر کرتی ایک چشم کشا تحریر

از:- مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت واستاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

تصوف کا پاکیزہ چہرہ:- جب بھی تصوف، صوفی، صوفیانہ افکار ونظریات اور صوفی ازم جیسے الفاظ لکھے، پڑھے اور بولے جاتے ہیں تو ذہن میں ایک ایسا پاکیزہ تصور وتخیل جنم لیتا ہے جو ہماری روح تک کو تقدس وپاکیزگی بھری خوشبو سے معطر کر دیتا ہے۔ ذہن ودماغ میں ایک ایسا تقدس مآب نظام کا خاکہ بنتا ہے کہ جس میں ہر طرف خلوص وللّٰہیت، ایثار وقربانی، توکل واستغنا، پیار ومحبت، عاجزی وانکساری، فقیری ودرویشی، متانت وسنجیدگی، سادگی وبوریہ نشینی، قناعت ووارفتگی، روحانیت وعرفانیت، دینداری ومذہب پرستی اور خدمت خلق وآبلہ پائی کے جذبۂ صادقہ کے خوشنما رنگ بھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

لفظ صوفی جب بولا جاتا ہے تو ہمارے ذہن میں ایک ایسے پاکیزہ سراپے کا خاکہ بنتا ہوا نظر آتا ہے کہ جو دنیا کے جھمیلوں سے دور ونفور ہو، مادیت سے نبرد آزما، دنیا کی فانی سلطنت کو ٹھوکروں پر رکھتا ہو، ایک اللہ ورسول کے سوا کسی کے سامنے جھولی نہ پھیلاتا ہو، خدمت خلق میں مصروف ہو، انسان وانسانیت سے محبت کرتا ہو، مال وزر اور دنیوی جاہ وحشمت اور عہدہ ومنصب کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہو اور اپنی پاکیزہ گدڑی میں ید بیضاء لیے ہوئے ایک مقدس اور پاکیزہ انسان کی صورت میں نظر آتا ہو اسی طرح صوفیانہ افکار ونظریات اور صوفی ازم جیسے الفاظ سے جب ہمارے کان آشنا ہوتے ہیں تو ہمارے تخیلات میں ایک ایسا مضبوط ومقدس نظام سامنے آجاتا ہے جو مادیت کو شکست دیتا ہے، دنیا کی آلودگی سے نجات دے کر انسان کو تصوف کی پاکیزہ وادی کی سیر کراتا ہے، دنیا کے ہنگاموں سے انسان کو نکال کر روحانیت کے لالہ زار میں لے جاتا ہے، الحاد وزندقہ اور نیچریت کے پُر فریب طلسم سے بچا کر اسے اپنے معبود حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریز کرا دیتا ہے، انسان کو انسان پرستی کی ذلت وخواری بھری زندگی کے بجائے خدا پرستی کی اعلیٰ وارفع منزلوں سے روشناس کراتا ہے، پل بھر میں مادی کثافتوں سے چھٹکارا دلا کر فنائیت وسلوک کے چمنستانوں کی خوشبوؤں سے اس کے ذہن ودماغ اور جسد وروح کو معطر کر دیتا ہے۔ یہ ہے تصوف کا ایک ایسا پاکیزہ چہرہ کہ جس نے اسلام کے مقدس نظام کی بالادستی کو کفر وشرک کے اجنبی ماحول میں بھی قائم کرنے کا تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا۔ مسلم فرمارواؤں نے تو عرب کی سرزمین سے دور بسے ہوئے ملکوں کی صرف سرحدوں ہی کو فتح کیا تھا مگر یہ صوفیہ کی مقدس جماعت ہی تھی

کہ جس نے صدیوں سے کفر و شرک اور بُت پرستی کی آلودگیوں میں سرتاپا ملوث ذہن و دماغ کو اپنے صوفیانہ افکار و نظریات اور اخلاق و محبت سے نہ صرف یہ کہ فتح کیا بلکہ انہیں اسلام کا مبلغ و رہنما بھی بنا دیا۔ یہ خانقاہی نظام اور صوفیانہ افکار و نظریات ہی کی دین ہے کہ آج دنیا کے ہر خطہ میں اسلام کی حتابندی نظر آرہی ہے۔ دنیا کا کون سا ایسا علاقہ ہے جس میں اسلام کی بہاریں نظر نہیں آتیں اور یہ سب اسی خانقاہی نظام، اہل خانقاہ، صوفیانہ افکار و نظریات اور اہل تصوف کے نعرۂ مستانہ، آبلہ پائی، توکل و استغنا، جہد مسلسل، کدو کاوش اور ان کی مساعی جمیلہ کی رہین منت ہے۔ اسلام کی تبلیغ و ترویج اور نشر و اشاعت میں جیسا اہم کردار ان صوفیائے کرام نے ادا کیا اسلامی تاریخ اسے کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی۔ دنیا کے وہ خطے کہ جو توحید و رسالت کے پاکیزہ کلمات اور مقدس نظریات سے نا آشنا تھے ان خطوں اور وہاں کے رہنے والوں کو توحید و رسالت کی چوکھٹ پر لا کر کھڑا کرنے کا کام اگر کسی نے بڑے پیمانے پر کیا ہے تو وہ صوفیائے کرام کی اسی مقدس جماعت نے، صوفیائے کرام کی یہی وہ مقدس جماعت ہے کہ جس نے ہر دور میں دنیوی جاہ و حشمت اور حکومت و سلطنت کو ٹھوکر مار کر گوشہ نشینی اور فقر و فاقہ کی زندگی کو ترجیح دی۔ نہ جانے کتنے ایسے اہل اللہ ہیں کہ جن کا جنم سلاطین وقت کے گھروں پر ہوا مگر انہوں نے تخت و تاج کو ترک کر کے فقیری و درویشی کی زندگی کو اختیار کیا اور پھر لوگوں نے یہ دیکھا کہ وہ سلاطین وقت جو دنیا کے بڑے بڑے خطوں پر جاہ و جلال کے ساتھ حکومت کرتے ہیں اور دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتے مگر وہ اپنے تاج سلطنت کو انہیں فقیروں، درویشوں، گوشہ نشینوں اور صوفیانہ زندگی بسر کرنے والوں کے قدموں پر نثار و نچھاور کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

بڑے پتے کی بات کہی ہے ڈاکٹر اقبال نے ؎

نہ پوچھ بات ان خرقہ پوشوں کی
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی خالی گدڑی میں

تصوف، صوفیانہ افکار و نظریات اور خانقاہی نظام کی بالا دستی کو وقت کے بڑے بڑے فرمارواؤں اور بادشاہوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس نظام کے معمولات اور عقائد و نظریات اسلام کی ایک سچی اور حقیقی تصویر کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور خوش قسمتی سے اس صوفی ازم کو ہر دور میں جلیل القدر علمائے کرام اور ائمہ عظام کا ایک ایسا مقدس اور مخلص طبقہ بھی ملتا رہا کہ جس نے اپنے علوم و فنون کے ذریعہ اس مقدس نظام کے چہرے پر حکمت و معرفت کا غازہ مل کر اس کی صورت میں بے مثال نکھار پیدا کر دیا کہ دیکھنے والے اس کی طرف کشاں کشاں جانے لگے۔ انہوں نے اپنے دلائل و براہین کے ذریعہ اس نظام کو اتنا مستحکم کر دیا کہ ضلالت و گمرہی کے طوفان کی لہریں اس سے ٹکرا کر دم توڑتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ صوفی ازم اور خانقاہی نظام کو مضبوط و مستحکم کرنے والے اسی مقدس طبقہ میں ایک اہم اور بے مثال نام ہے مجدد اعظم، امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ جنہوں نے صوفی ازم، صوفیانہ افکار و نظریات، تصوف، اہل تصوف اور خانقاہی نظام کی نہایت خلوص و للّٰہیت کے ساتھ کامیاب علم برداری اور ترجمانی فرمائی، اس مقدس نظام کے عقائد و نظریات اور معمولات کو خداداد علوم و فنون کی روشنی میں اپنے دلائل و براہین سے ایسا مضبوط و مستحکم کر دیا کہ اب کوئی بھی گمراہ طاقت اسے متزلزل نہیں کر

سکتی۔اس نظام پر ہونے والے ہر اعتراض کا آپ نے سنجیدہ اور علمی جواب دیا۔اس کے معمولات پر حرف گیری کرنے والوں کا آپ نے تعاقب بھی کیا اور ان کا کامیاب ردّ بھی۔اس لیے صوفیانہ نظام اور صوفی ازم کی جب بھی کوئی مؤرخ تاریخ لکھے گا تو وہ امام احمد رضا کے اس خلوص وللٰہیت بھرے کارنامے کو کبھی فراموش نہیں کر سکے گا اور نہ ہی ان کے ان زرّیں کارناموں کے بغیر وہ اپنی تاریخ مکمل کر سکے گا۔

دہلی کی صوفی کانفرنس:- اب تک دنیا والوں کے ذہن و دماغ میں تصوف، اہل تصوف اور صوفیانہ افکار ونظریات کا جو مقدس و پاکیزہ تصور تھا اسے شدید نقصان پہنچایا ہے ابھی حال ہی میں دہلی کی سرزمین پر آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ کے بینر تلے مورخہ ۱۷ر مارچ ۲۰۱۶ء تا ۲۰ر مارچ ۲۰۱۶ء کو ہونے والی چار روزہ صوفیانہ کانفرنس نے۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ کے روح رواں سید محمد اشرف کچھوچھوی نے مہینوں پہلے یہ اعلان کیا کہ ہم دہشت گردی کے خلاف دہلی کی سرزمین پر چار روزہ انٹرنیشنل صوفیہ کانفرنس کا انعقاد کر رہے ہیں۔جس میں دنیا بھر کے تقریباً ۴۰ر ممالک سے صوفیہ اور علماء ومشائخ جمع ہوں گے۔اعلان کے مطابق بڑے پیمانے پر زور وشور کے ساتھ اس کانفرنس کی تیاریاں ہونے لگیں ،جگہ جگہ اجلاس کر کے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کی مہم چلائی جانے لگی،خانقاہوں اور اہل خانقاہ سے رابطے کیے جانے لگے،پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے اس کی زبردست تشہیر کی جانے لگی ،بڑے بڑے شہروں میں بینرس ، پمفلیٹ، فلیکسیوں اور ہینڈ بلوں کے ذریعہ اس کانفرنس میں شرکت کی اپیلیں کی جانے لگیں۔سوشل میڈیا پر بھی اعلیٰ سطح پر پروپیگنڈہ کیا جانے لگا۔جیسے جیسے اس کی تشہیر ہو رہی تھی ویسے ویسے امت مسلمہ خاص کر ہندوپاک کے سنی مسلمانوں میں اضطراب بھی پیدا ہو رہا تھا۔اس کانفرنس کے تعلق سے پہلے تو نجی مجلسوں اور محفلوں میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا گیا اور کچھ دنوں کے بعد ہی یہ شکوک وشبہات زبان سے نکل کر زبان زدعوام وخواص ہو گئے۔ایک طرف تو اس کانفرنس میں شرکت کی اپیلیں کی جا رہی تھیں تو دوسری طرف اس کی مخالفت میں سوشل میڈیا، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پر گرما گرم بحثیں چل رہی تھیں۔آخر کار اہل سنت و جماعت کی سربرآوردہ شخصیتوں نے اس کانفرنس سے اظہار بیزاری کا اعلان کر دیا۔معتزز اور قدآور اکابر اہل سنت نے اس کانفرنس سے لاتعلقی ظاہر کرنا شروع کردی اور بڑے بڑے سنی اداروں اور خانقاہوں نے اس سے کنارہ کشی کا اعلان کر دیا۔

مخالفت کی وجوہات:- یوں تو تصوف کے نام پر اہل تصوف کے اتحاد ویکجہتی کے ساتھ دہشت گردی سے مقابلے کے نام پر اس کانفرنس کا انعقاد کیا جا رہا تھا مگر جن وجوہات کی بنیاد پر سرکردہ سنی شخصیات، معتبر خانقاہوں اور بڑے بڑے سنی اداروں نے اس سے کنارہ کشی کی ان میں سے ایک بڑی وجہ تو اس کانفرنس میں ڈاکٹر طاہر پاکستانی کی شمولیت تھی کہ جس کے مخصوص افکار ونظریات اور اقوال وافعال کی بنیاد پر ہندوپاک کے سینکڑوں علمائے کرام،مشائخ عظام اور مفتیان کرام نے جس کے لیے کفر کا فتویٰ صادر کیا اور دوسری بڑی وجہ ہندوستانی وزیر اعظم نریندر مودی کی سرپرستی نیز آر-ایس-ایس-

جیسی مسلم مخالف تنظیم کی درپردہ پشت پناہی تھی۔ ایک اور چیز جس نے اہل سنت کے ایک عظیم طبقہ کو اس کانفرنس کے تعلق سے شکوک و شبہات میں مبتلا کیا وہ یہ تھی کہ اس کانفرنس کے اخراجات پر خرچ ہونے والی کروڑوں روپئے کی دولت کی فراہمی کے ذرائع وسائل کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں اخبارات نے بھی اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کیا کہ آخر اتنے عظیم پیمانے پر منعقد ہونے والی اس کانفرنس کے اخراجات کون برداشت کر رہا ہے؟ کروڑوں روپیہ کا انتظام کہاں سے ہو رہا ہے؟ آر۔ایس۔ایس جیسی مسلم دشمن تنظیم اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں اپنی غیر معمولی دلچسپی کا مظاہرہ کیوں کر رہی ہے؟ گجراتی مسلمانوں کے خون کے دھبوں سے آلودہ دامن رکھنے والے نریندر مودی کو اس کانفرنس کی کامیابی اور اس میں شمولیت سے اتنی زیادہ دلچسپی کیوں ہے؟ وزیر اعظم کا مخصوص عملہ اس کے انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ کیوں لے رہا ہے؟ اکیسویں صدی کے ان نام نہاد صوفیہ کے آرام و آسائش اور ان کے قیام وطعام کے لیے پانچ ستارہ ہوٹلوں پر ہونے والے کروڑوں روپئے کے اخراجات کا بندوبست کون کر رہا ہے؟ ایسے بہت سے سوالات تھے جو اکابر اہل سنت کی زبانوں پر بھی مچل رہے تھے، عوام بھی اپنے بڑوں اور مقتداؤں سے یہ سوال پوچھ رہے تھے اور ان سوالات کو لے کر الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا پر گرما گرم بحثیں بھی چھڑی ہوئی تھیں۔ اس سلسلہ میں پٹنہ کی سرزمین سے نکلنے والے روزنامہ سنگم نامی ایک اردو اخبار نے اس کانفرنس کے تعلق سے بہت چبھتے ہوئے سوالات کرتے ہوئے ایک مستقل مضمون شائع کیا جس کی سرخی اس اخبار نے یوں لگائی **”وزیر اعظم نریندر مودی کے ہاتھ پر اکیسویں صدی کے صوفیوں کی بیعت“** اسی سرخی کے نیچے یہ سوال بھی قائم کیا کہ **”انٹرنیشنل صوفی کانفرنس سے آخر کیا حاصل کرنا چاہتا ہے سنگھ پریوار“** اس سرخی کے تحت اس اخبار کے کالم نگار غوث سیوانی نئی دہلی نے یہ سوال قائم کیا کہ ”وزیر اعظم نریندر مودی مسلمانوں کے بیچ خانہ جنگی کرانے میں کیا کامیاب ہو جائیں گے؟ کیا وہ تصوف کو بھی اپنی سیاست کا ہتھیار بنا پائیں گے؟ کیا وزیر اعظم کے ہاتھ پر کچھ صوفی نما حضرات کی بیعت سے عام مسلمان فریب میں آ جائیں گے؟ کیا اسلام کا جمالیاتی چہرہ تصوف بھی اب ”جنس بازار“ بن جائے گا؟ کیا نریندر مودی کچھ مولویوں کے سہارے ”دین الٰہی“ قائم کرنا چاہتے ہیں؟ اس قسم کے سوالات عام طور پر سننے میں آ رہے ہیں کیوں کہ آئندہ ۱۷ر مارچ سے شروع ہونے والی چار روزہ انٹرنیشنل صوفی کانفرنس کا وزیر اعظم نریندر مودی ”وگیان بھون“ میں افتتاح کرنے والے ہیں جس کا انعقاد خود بی جے پی کے خفیہ و اعلانیہ تعاون سے ہو رہا ہے“۔

اس کانفرنس کی قباحتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اسی اخبار کے کالم نگار نے نتیجے کا بندیوں تحریر کیا کہ ”یہ طریقہ نہ علماء کا ہو سکتا ہے اور نہ صوفیہ کا۔ یہی سبب ہے کہ مخلص علماء کی ایک جماعت اس طریقہ کار کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہے جن میں کچھوچھہ کے سادات سے لے کر مولانا یٰسین اختر مصباحی جیسے دانشور تک شامل ہیں.........

ویسے ان دنوں میڈیا میں بہت سے علماء کے بیانات کانفرنس کی مخالفت میں آ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات کے سامنے کانفرنس کے پیچھے کے سیاسی کھیل کا انکشاف ہونے لگا ہے۔“

اس کانفرنس کی تیاریوں میں نریندر مودی اور ان کے

ماتحت کام کرنے والے ادارے کس طرح دل چسپی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اس پر اس کالم نگار نے یوں روشنی ڈالی کہ ''وزیر اعظم نریندر مودی کی سرپرستی میں ہونے والی چار روزہ انٹرنیشنل صوفی کانفرنس کی تیاریاں مہینوں سے چل رہی ہیں اور انٹیلی جینس بیورو کے سابق چیف اور وزیر اعظم کے مشیر ''آصف ابراہیم'' اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔''

اس کانفرنس میں بھیڑ جمع کرنے کے لیے غیر اخلاقی حرکتیں بھی کی گئیں جس کو اسی اخبار نے یوں اجاگر کیا کہ ''لوگوں کی بھیڑ جمع کرنے کے لیے بعض غیر اخلاقی طریقوں کا بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ایک انکشاف یہ ہوا کہ علامہ اختر رضا خاں ازہری کے جعلی خط کا استعمال کر کے ان کے مریدین کو انٹرنیشنل صوفی کانفرنس میں لانے کی کوشش کی جارہی ہے۔جبکہ وہ خود اس کانفرنس میں نہ تو آرہے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اپنے مریدین کو اس میں آنے کے لیے کہا ہے''۔

ہندوستانی وزارت خارجہ نے اس کانفرنس کے لیے اپنی غیر معمولی توجہات کا مظاہرہ یوں کیا: ''دنیا بھر میں پھیلے ہندوستانی سفارت خانوں کو کہہ دیا گیا ہے کہ وہ مشائخ کو دنیا بھر سے لا کر اس کانفرنس میں جمع کریں۔''

جب کہ یہ بات تو ہر اہل خرد جانتا ہے کہ دوسرے ممالک سے مسلمانوں اور وہ بھی مشائخ کو ویزا ملنے میں کتنی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر اس کانفرنس میں ایسی کون سی خاص بات تھی کہ جس کی وجہ سے ہماری وزارت خارجہ کو ایک خصوصی فرمان دنیا بھر میں پھیلے ہندوستانی سفارت خانوں کے لیے جاری کرنا پڑا۔

جماعت اہل سنت کے مشہور عالم دین اور فکار و دانشور مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب نے اس کانفرنس کی مخالفت کے سلسلہ میں جو تحریری بیانات جاری فرمائے ان پر روشنی ڈالتے ہوئے اخبار لکھتا ہے کہ ''سنی بریلوی علماء میں دانشور اور صاحب فہم و فراست بزرگ عالم دین مولانا یٰسین اختر مصباحی نے اپنے کچھ حالیہ مضامین میں سنگھ پریوار کے زیر سایہ ہونے والی انٹرنیشنل صوفی کانفرنس کی سخت مخالفت کی ہے۔''صوفی سمنار اور کانفرنس سے متعلق چند معروضات'' کے عنوان سے ان کا ایک مضمون اخبارات میں شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے بتایا کہ سیاسی پارٹیاں مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں پھنسانے کے لیے علماء و مشائخ کو دانہ ڈالتی ہیں اور خود انہیں خریدنے کی کوششیں بھی ہوئی ہیں۔انہوں نے لکھا ہے کہ پی وی نرسمہا راؤ کے دور اقتدار میں انہیں خریدنے کی کوشش کی گئی تھی اور حال ہی میں علماء و مشائخ بورڈ کی طرف سے بھی ان سے رابطہ قائم کیا گیا تھا مگر وہ اس کانفرنس میں شرکت کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس کانفرنس پر ہونے والے کروڑوں کے خرچ پر بھی سوال اٹھایا ہے کہ یہ کہاں سے آرہا ہے؟ وہ کانفرنس کے مقاصد پر شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیاسی پارٹیاں جس کو قریب کر کے اس سے کچھ کام لینا چاہتی ہیں اس کے مزاج و معیار کو سامنے رکھ کر ہی کوئی بات کرتی اور تجویز پیش کرتی ہیں۔مقدس شخصیات کے لیے کوئی تقدس نما عنوان تیار کرتی ہیں اور پھر انہیں اپنے دام فریب کا شکار بناتی ہیں جسے فریب خوردہ لوگوں کو سمجھنے میں کافی دیر ہو جاتی ہے اور آنکھ تب کھلتی ہے جب کسی دلدل میں پھنس چکے ہوتے ہیں''۔

اس صوفیہ کانفرنس کے آرگنائزر سید محمد اشرف کچھوچھوی چونکہ صوفی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا ان کے اس غیر صوفیانہ عمل پر سوالات قائم کرتے ہوئے کالم نگار لکھتے ہیں کہ ''شاندار

انٹرنیشنل صوفی کانفرنس پر کتنا خرچ کیا جائیگا؟ یہ اخراجات کہاں سے آرہے ہیں؟ کون اسپانسر کر رہا ہے؟ اس میں کالا دھن استعمال کیا جا رہا ہے یا سفید؟ ان سوالوں سے قطع نظر یہ بات اہم ہے کہ اس پر جس قدر خرچ کیا جارہا ہے اس میں ایک ایسی یونیورسٹی کا قیام عمل میں آسکتا ہے جس میں تحقیق کام لگاتار ہوسکے یا مختلف زبانوں میں ایسے کئی ٹی وی چینل لانچ کیے جاسکتے ہیں جو نظریات تصوف کی اشاعت پر کام کر سکیں مگر کسی یونیورسٹی کے قیام یا تصوف کی اشاعت سے سیاسی عزائم پورے نہیں ہوسکتے۔ تصوف ہمیشہ سے اقتدار کا مخالف رہا ہے مگر آج ایسا لگتا ہے کہ اسی کو حصول اقتدار کا ذریعہ بنایا جارہا ہے۔ روحانیت اور مادہ پرستی میں ہمیشہ ٹکراؤ رہا ہے مگر آج اسی کو "جنس بازار" بنایا جارہا ہے۔ حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھوچھہ شریف میں روحانیت کے لیے سمنان (ایران) کا تخت و تاج چھوڑ دیا تھا اور گدڑی پہن کر نکل پڑے تھے مگر آج انہی کے بعض نام لیوا معمولی مادی فائدے کے لیے روحانیت اور معرفت کو اہل اقتدار کے ہاتھوں بیچنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے وہ اس کی قیمت پر کچھ حاصل بھی کرلیں مگر وہ مخدوم علیہ الرحمہ کی روح کو ناراض کردیں گے اور عام مسلمانوں کا اس سے جو نقصان ہوگا سو الگ ہے۔ جب امام حسین نے ظالم کی بیعت سے انکار کردیا تھا اگرچہ اس کے لیے انہیں اپنی اور اپنے اہل خاندان کی جان کی قربانی دینی پڑی تھی تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی مسلمان ظالموں اور قاتلوں کی جماعت سے ہاتھ ملائے۔"

(اردو روزنامہ سنگم پٹنہ ۱۵ مارچ ۲۰۱۶ء بروز منگل)

تصوف کے نام پر دہلی کی سرزمین پر جو سوانگ رچایا گیا اور جو ڈھونگ کیا گیا اس سے سنی مسلمانوں کا مضطرب ہونا ایک لازمی امر تھا۔ کیونکہ ہندوستان کی تاریخ سنیت میں پہلی بار ایسا ہو رہا تھا کہ کوئی سنی تنظیم اور سنی جماعت سنیت اور صوفیت کے نام پر دوش حکومت پر سوار ہو کر اپنے مخصوص روشن مستقبل کے خوشنما اور پر تعیش خواب کے خاکے میں رنگ بھرنے کے لیے پر تول رہی تھی۔ ورنہ تو اس ہندوستان کی تاریخ میں آج تک یہی ہوتا رہا ہے کہ حکومتی فائدے اور حکومت وقت سے ملنے والی مراعات کو حاصل کرنے کے لیے بدمذہبوں ہی نے اپنے مذہب و مسلک کی عزت و آبرو کو حکمران وقت کی دہلیز پر گروی رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں عوام و خواص میں اضطراب و بے چینی کے اثرات نظر آرہے تھے وہیں مخلص صحافی بھی تشویش اور پریشانی میں مبتلا تھے۔ اس پریشانی اور اضمحلال کو انہوں نے آخر کار اپنے قلم کے ذریعہ سے اجاگر کرہی دیا۔ کیونکہ کسی ہندو تنظیم اور وہ بھی آر۔ایس۔ایس جیسی مسلمانوں کے خون کی پیاسی تنظیم، حکومت اور وہ بھی بی جے پی اور مودی کی حکومت کہ جس کا دامن مسلمانوں کے خون سے آلودہ ہے، جس کے تخت و تاج کا راستہ مسلمانوں کی لاشوں اور مسلم کش فسادات کے اوپر سے نکلتا ہے اور دیگر مسلم مخالف حکومتی اداروں کے تعاون سے منعقد کی جانے والی ایسی کانفرنس کہ جس کا عنوان صوفیائے کرام کی ایسی جماعت کی طرف منسوب ہو کہ جس نے ہمیشہ ظلم و جبر کے خلاف آواز بلند کی ہو، جس نے ہمیشہ ظالم و جابر حکومتوں کو اپنی صوفیانہ تحریک سے شکست فاش دی ہو۔ جس نے ہر دور میں حکومتی مراعات کو اور دنیاوی عیش و عشرت کو ٹھوکر مار کر گدڑی کو اپنایا ہو، گوشہ نشینی کو اپنا شعار بنایا ہو ایسے پاکیزہ اور نفوس قدسیہ کے نام پر ہوس پرستی اور حکومتی مراعات کے

حرص ولالچ کو ایک منصف مزاج آدمی کیسے پسند کرسکتا ہے؟ سوشل میڈیا پر ان نام نہاد صوفیوں کی جب تصویریں وائرل ہوئیں تو خانقاہوں اور صوفیوں سے عقیدت رکھنے والے ایک دانشور نے اپنی جھنجھلاہٹ کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ ''اگر یہی تصوف اور صوفی ازم ہے تو میں اس نظریہ سے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہوں۔'' سوشل میڈیا سے تعلق رکھنے والوں نے ان صوفیوں کی تصویروں کو بھی دیکھا کہ جو ان نام نہاد صوفیوں کی جماعت سے تعلق رکھنے والی بے حجاب صنف نازک ماڈرن صوفیات کے ساتھ سیلفی لے رہے ہیں۔ لوگوں نے اکیسویں صدی کے ان ڈھونگی صوفیوں کی وہ تصویریں بھی دیکھیں کہ جن میں عصری عیش وآرام کے سامان تعیش سے مزین وآراستہ پانچ ستارہ اور تین ستارہ ہوٹلوں میں زندگی کی تمام تر رونقوں سے اپنے آپ کو مستفیض کر رہے ہیں۔ یہ مہنگی گاڑیاں، قسم قسم کے مہنگے مشروبات وماکولات سے شادکام ہونا، زرق برق لباسوں میں ملبوس ہوکر حکومتی سطح پر مہیا کرائے گئے سامان تعیش سے لطف اندوز ہوکر اتراتے ہوئے چلنا۔ حکومتی اہلکاروں اور بی جے پی کے نمائندوں اور لیڈروں کے سامنے جبیں سائی کرتے ہوئے فرشی سلام کرنا یہ سارے جلوے دہلی کی سرزمین پر اسی صوفیہ کانفرنس میں دنیا والوں نے ان نام نہاد صوفیوں کی شکل میں ملاحظہ فرمائے۔ لوگ حیرت میں پڑ گئے کہ جن صوفیائے کرام نے فقر وفاقہ، کھردرے کپڑے اور روکھا سوکھا کھانا کھانے کو اپنا شعار بنایا تھا آج انہیں کے نام پر سوانگ رچانے والے یہ کیسے صوفی ہیں جو دنیا کی ہر لذت پر حریص نگاہیں جمائے بیٹھے ہیں۔

غیر شرعی امور کا ارتکاب:۔ ''وگیان بھون'' میں ہونے والی افتتاحی تقریب میں جب اس کا افتتاح کرنے کے لیے مسٹر نریندر مودی ان نام نہاد صوفیوں کے جلو میں جلوہ فرما ہوئے تو وہ منظر تو ہر ایک دیندار کے لیے ضرور روح فرسا بن گیا ہوگا کہ جن صوفیائے کرام کے تعلق سے عوام وخواص کا اتنا عمدہ تاثر ہو انہیں کے نام لیوا مسٹر مودی کی راہ میں بچھ جانے کے لیے تیار ہیں۔ جن کے اکابر کی بارگاہوں میں سلاطین وقت جبیں سائی کرنے کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھتے تھے آج وہی لوگ ایک ظالم وجابر حکمراں پارٹی کے ارباب حل وعقد کے سامنے مجرے کو جھکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جن ظالموں کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہوں انہیں کو یہ ڈھونگی صوفی فرشی سلام کر رہے ہیں۔ یہ وہ افتتاحی تقریب تھی کہ جس میں تمام دینی، مسلکی، مذہبی اور شرعی حدود کو توڑ کر وہ تمام کام کیے گئے جو کسی صوفی سے تو درکنار اس کے صدور کی توقع کسی عام مسلمان سے بھی نہیں کی جاسکتی۔ مسلمانوں کی ہر تقریب کا افتتاح قرآن کریم کی مقدس آیتوں کی تلاوت اور نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس نغموں سے ہوتا ہے مگر افسوس! ان نام نہاد صوفیوں پر کہ آج کی اس افتتاحی تقریب کا آغاز ہو بھی رہا ہے تو ایک کفریہ نعرے ''بھارت ماتا کی جے'' سے کہ جس کے تعلق سے شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق صاحب تحریر فرماتے ہیں ''بھارت ماتا کی جے بولنا کفر ہے۔ جو لوگ یہ جے بولیں ان پر تجدید ایمان اور نکاح لازم آتا ہے۔ یہ ہندوؤں کے شرکیہ اعتقاد کی ترجمانی ہے، ان کے اعتقاد کے مطابق ایک دیوی ہے جس کو بھارت ماتا کہتے ہیں جو ہندوستان کی مالک و مختار اور اس میں متصرف ہے۔

(فتاویٰ شارح بخاری، کتاب العقائد جلد ۲ صفحہ ۵۹۸)۔''

نام نہاد صوفیوں کی موجودگی میں یہ نعرہ لگایا گیا نہ تو کسی نے اسے روکا اور نہ ہی اس کے اسلام مخالف ہونے کا کسی نے اعلان کیا۔اس کے برعکس اس کانفرنس کے مہمان خصوصی ڈاکٹر طاہر پاکستانی نے ایک ٹی وی انٹرویو میں اس کے جائز ہونے کا فتویٰ ہی صادر کرڈالا۔عام مسلمانوں کے لیے یہ بھی کم حیرت کی بات نہیں تھی کہ جس شخص کو گجرات کے مسلمانوں کا قاتل سمجھا جاتا ہے اور جس کے دامن پر گجرات کے بے قصور مسلمانوں کے خون کے دھبے لگے ہوئے ہیں اسی کو اس کانفرنس میں "عمر خضر" عطا کیے جانے کی بارگاہ الٰہی میں دعا کی جارہی ہے۔اور ان کی "بارگاہ میں" یہ شعر نذر کیا جارہا ہے کہ۔

صبا تمہارے لیے مشکبار آئی ہے
تمہارے قدموں پہ ہونے نثار آئی ہے
خدا کرے کہ تمہیں عمر خضر مل جائے
تمہارے دم سے چمن میں بہار آئی ہے

یہ تھیں وہ تمام غیر شرعی حرکات کہ جسے دیکھ کر ملک کا ہر ایک سنی مسلمان خون کے آنسوں رورہا تھا اور ان ملت فروشوں پر لعن وطعن کررہا تھا۔

اسی درد وکرب کو اردو روزنامہ "قومی تنظیم لکھنؤ" کے کالم نگار عالیجناب پرویز عالم صاحب نے مؤرخہ ۲۳رمارچ ۲۰۱۶ء کی اشاعت میں انتہائی اشکبار لب ولہجے میں اہل سنت وجماعت اور باطل فرقوں کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے یوں تحریر کا جامہ پہنایا ہے:"اہل سنت وجماعت کے ارباب علم واصحاب فکر کو ہر دور میں یہ خصوصیت حاصل رہی ہے کہ انہوں نے احقاق حق اور ابطال باطل کی منصبی ذمہ داریاں بحسن وخوبی نبھائیں۔تاریخ کے کسی دور میں ہمیں ان زندہ ضمیر ارباب کے حوالے سے کسی ایک واقعہ کی نظیر ومثال نہیں ملتی کہ انہوں نے ذاتی اغراض ومفادات کی دیوی کے چرنوں میں دین وملت اور قوم کو بھینٹ چڑھا کر اپنے ضمیر کا سودا کردیا ہو۔بلکہ ہم نے تو تاریخ کے جھروکوں سے یہ بھی نظارہ دیکھا ہے کہ اپنی شدت پسندی اور مصلحت وقت کے سامنے سرنہ جھکانے کی بنیاد پر یہ طبقہ (سنیوں کا) کبھی کبھی اپنوں کی بے جا تنقید کا نشانہ بھی بنتا رہا،ملعون ومطعون بھی ہوتا رہا لیکن اپنے ضمیر کی آواز کا اس نے گلا نہیں گھونٹا۔اس کے مقابل بنام اسلام دوسری باطل اور گمراہ جماعتوں نے ذاتی اغراض ومقاصد اور سیاسی سہولتوں کے حصول کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔غیروں کے اشاروں پر مسلمانوں کے درمیان افتراق وانتشار کا بیج بونے کے لیے اسلام کی بنیادی واساسی تعلیمات پر حملے کیے گئے اور عقائد ونظریات کی مسلم عمارت پر ایسی شیشہ کاری کی گئی کہ آج اسلام کی اصل تصویر دھندلی ہوکر رہ گئی ہے۔کسی گوشے سے وندے ماترم کے ترانے کے جواز پر مہر لگائی گئی تو کبھی قربانی گاؤ کے عدم جواز کا فتویٰ دیکر ارباب اقتدار کی غلط ڈھنگ سے چاپلوسی کی گئی،کبھی ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کی عظمت وتقدیس کے افسانے تراشے گئے کبھی گنگا جمنا کو زم زم کا تقدس دیکر نام نہاد رواداری کی مثالیں قائم کرنے کی کوششیں ہوئیں،کبھی اغیار کی سمادھیوں پر ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کا اہتمام کرکے ننگ اسلاف کا ثبوت پیش کیا گیا۔تو کبھی سیتا کی پوترتا کی قسمیں کھائی گئیں،کبھی کہیں کسی مشرک کی مجلس شراد میں پہنچ کر صاحبان جبہ ودستار نے ایصال ثواب کی گھناؤنی رسم ادا کی،کسی نے رام کی عظمتوں کا خطبہ پڑھ کر اپنی وسعت ظرفی اور رواداری کی مثال قائم کی اور یہ سب کچھ بند کمرے کا عمل نہیں بلکہ دن کے اجالوں میں دنیا نے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ان صاحبان جبہ و

دستار کے گھناؤنے عمل کا بچشم خود ملاحظہ ومشاہدہ کیا۔لیکن اہل سنت و جماعت جسے عرف عام میں بریلوی مکتبۂ فکر سے جانا پہچانا جاتا ہے اس کے علماء ومشائخ نے دین وملت اور قوم کا سودا کر کے ذاتی اغراض ومقاصد کے حصول کی مکروہ اور گندی ریت سے خود کو ہمیشہ الگ تھلگ رکھا لیکن دنیا نے حیرتوں کے ساتھ دیکھا اور سنا جب آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ کی جانب سے دہلی میں منعقد ہونے والی انٹرنیشنل صوفی کانفرنس میں بھارت ماتا کی جے جے کار سے وگیان بھون کا ہال گونج اٹھا۔بہت سے لوگوں کو تو اپنے کانوں اور آنکھوں پر اعتبار نہ ہوا کہ یہ انٹرنیشنل صوفی کانفرنس کی افتتاحی تقریب ہے۔ مسلمانوں کی تو پاکیزہ روایت یہی رہی ہے کہ وہ اپنے ہر پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے کر کے اس کی حسنات وبرکات سے بہرہ ور ہونے کے آرزومند ہوتے ہیں لیکن نہ جانے مسلمانوں کا یہ کون سا طبقہ تھا جس کے پروگرام کی ابتدا تلاوت قرآن پاک کی مقدس آیات کے بجائے "بھارت ماتا کی جے جے کار" سے کی گئی۔تعجب اور بالائے تعجب تو یہ ہے کہ بھارت ماتا کی جے جے کار کرنے والے یا اس کی حمایت کا راگ الاپنے والے مسلمان عوامی سطح کے ناخواندہ اور جاہل طبقے سے متعلق نہ تھے بلکہ مسلمانوں کا یہ طبقہ خواص تھا جس کے کاندھوں پر ملت اور قوم کی قیادت وسیادت کی اہم ذمہ داری ہے۔

کعبہ کس منھ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

مستقبل کے یہی وہ مضرات ومفاسد تھے جن کے سبب دور اندیش حضرات نے اس کی مخالفت فرمائی۔جنہوں نے مخالفت سے گریز کیا انہوں نے بھی عملاً اس سے اختلاف کی راہ اختیار فرمائی۔کہنے کو تو یہ صوفی کانفرنس تھی،اعلان واشتہار اسی انداز سے کیا گیا تھا،لیکن حقائق پر گہری نظر رکھنے والوں سے یہ امر قطعی پوشیدہ نہ رہا کہ "کون معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں اس میں چلمن کی اوٹ سے کس معشوق کی عشوہ طرازیوں کا عمل دخل تھا" کانفرنس کے انعقاد کے قبل ہی کچھ دور اندیش حضرات نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ صوفی کانفرنس نہیں بلکہ یہ "سودی کانفرنس" ہے بعد میں اس حقیقت کا برملا اعتراف دنیا والوں نے کیا۔ورلڈ صوفی کانفرنس کے آرگنائزر حضرت سید اشرف میاں صاحب ہیں جن کا تعلق ایک ایسے مقدس وبابرکت خانوادے سے ہے جس کے توکل و استغنا کی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔بے نیازی،زندہ ضمیری جس خاندان کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔یہ خانوادہ سلطان اشرف جہاں گیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب ہے جو(حضرت مخدوم سمنانی) نہ صرف اپنے دور میں بلکہ بعد کے آنے والے تمام ادوار کے لیے توکل واستغنا،بے نیازی وبے لوثی کے دستخط سمجھے جاتے رہے۔ جنہوں نے فقر کو غنا پر ترجیح دی،بوریہ نشینی کو دولت وامارت پر فوقیت بخشی،جنہوں نے شاہانہ جاہ وجلال اور کروفر کو ٹھوکر مار کر آبلہ پائی کی زندگی اختیار کی۔کسے معلوم تھا کہ غیرت مومنانہ کے تمام ترجلووں کے سائبان میں زندگی گزارنے والی اس عظیم شخصیت کے(مخدوم سمنانی سے خاندانی نہیں بلکہ اعتقادی اور روحانی رشتہ رکھنے والے) گھرانے کا ایک فرد مادی جاہ وحشمت کے حصول کے لیے تمام اخلاقی وایمانی سرحدیں پھلانگ جائے گا۔غالباً یہی وجہ تھی کہ اس عظمت مآب خانوادے کی بڑی شخصیتوں نے اس نام نہاد صوفی

کانفرنس کی مخالفت فرمائی اور عملاً اس کا بائیکاٹ کیا۔ یاد کیجیے ماضی کا وہ روشن دور جس میں سلاطین مملکت صوفیہ اور بزرگوں کی بارگاہوں میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے نیاز مندانہ حاضری دینا اپنے لیے باعث فخر ومباہات سمجھتے تھے۔ مغل سلاطین سے لے کر جمہوری ہندوستان تک میں ان صوفیوں اور اہل اللہ کی بارگاہ میں صاحب اقتدار واختیار کی ان نیازمندانہ حاضری کے واقعات تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ رکھے ہیں.........آج ان عزت مآب بزرگوں کے اخلاف میں یہ کیسے لوگ پیدا ہوگئے ہیں کہ انہوں نے اپنی خاندانی وجاہت اور خانقاہی عظمتوں پر چاپلوسی کا داغ لگا دیا۔ ہندوستان کے وزیراعظم نریندر مودی نے نہیں معلوم کس خانقاہ کی سجادہ نشینی اختیار کی کہ ۱۷ مارچ کو عظمت مآب خانقاہوں کے امین ان سے بیعت کرنے میں پیش قدمی کا اس قدر بے تابانہ مظاہرہ کر رہے ہیں کہ الامان والحفیظ..........سیاست کے گلیارے میں غیر مانوسیت ختم ہو سکتی ہے لیکن تاریخ ایسے عاقبت نااندیشوں کو کبھی معافی کا پروانہ عطا نہیں کر سکتی۔ جس مودی کو آپ نے بصد عزت وتکریم اونچی کرسی عطا فرمائی ان کے تعلق سے یہ تذ بھولیے کہ ان کے ہاتھ گجرات کے تین ہزار بے قصور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل چکے ہیں۔ ایک ایسی شخصیت کے ہاتھوں پر ان صاحبان جبہ ودستار کی بیعت پر حیرت بھی ہے اور تعجب بھی نہ جانے مودی نے انہیں کس خانقاہ کے سبز باغ دکھائے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صوفی کانفرنس کے نام پر یہ تمام ڈرامہ آر ایس ایس کے خفیہ منصوبہ بند اشاروں پر عمل میں آیا۔ آر ایس ایس کی ذہنیت کے ترجمان اخبارات ورسائل اور ٹی وی چینل میں اس کی جس انداز میں تشہیر کی گئی ہے وہ تو اسی کی چغلی کھا رہی

ہے۔............انٹرنیشنل صوفی کانفرنس کے نام پر جو ڈرامہ رچا گیا اس سے دنیا کے سامنے ہندوستانی مسلمانوں کی تصویر مسخ ہوئی ہے۔ جس صوفی کانفرنس کا افتتاحی پروگرام بھارت ماتا کی جے جے کار سے ہو رہا ہے اس کے مضرات کو اہل علم وفکر بخوبی محسوس فرما سکتے ہیں.........کہنے کو تو یہ صوفی کانفرنس ہندوستان کی تمام بڑی عظمت مآب خانقاہوں کے اشتراک وتعاون عملی سے وجود میں آئی لیکن اس کی قرار واقعی حقیقت سمجھنے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ آج پوری دنیا میں ہماری (سنیوں اور صوفیوں کی) شناخت جس خانقاہ اور جس مرکز علم وفن سے ہے وہ بریلی شریف کی خانقاہ خانقاہ رضویہ ہے۔ آج ہم پوری دنیا میں کچھوچھوی سنی، بدایونی سنی، بلگرامی سنی وغیرہ سے نہیں جانے اور پہچانے جاتے بلکہ پوری دنیا میں ہمیں سنی بریلوی سے ہی جانا پہچانا جاتا ہے۔ گویا بریلی ہماری فکری ونظریاتی پہچان وعلامت ہے۔ ایسے میں اس خانقاہ کے افراد کا اس عظیم پروگرام سے نہ صرف یہ کہ کنارہ کشی اختیار کرنا بلکہ اس کی مخالفت میں سامنے آنا ان (نام نہاد صوفیوں) کے نعروں کے کھوکھلے پن کا واضح اشاریہ ہے۔ بڑے سنی اداروں کے بڑے قدآور علما نے بھی عملاً اس کی مخالفت فرمائی۔ علمائے اشرفیہ و دیگر بڑی بڑی خانقاہوں کی مکمل کنارہ کشی اس کی حیثیت عرفی بیان کرنے کے لیے کافی ہے۔.........صوفی کانفرنس کے حوالے سے ایک تصویر میں دیکھا گیا کہ پروفیسر طاہر القادری نے منصب امامت کی ذمہ داری ادا کی، عذر طبعی کی بنا پر کرسی پر بیٹھ کر امامت کی اور مندوبین حضرات نے کھڑے ہو کر ان کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ پروفیسر موصوف اپنے خانہ ساز عقائد ونظریات کی بنا پر معزول ہیں اور صحت کے اعتبار سے معذور۔ کیا علمائے ذی وقار اس

کی وضاحت فرمائیں گے کہ اس قسم کے معذور کی اقتدا میں غیر معذور کی نماز فقہ حنفی کے کس اصول کے تحت جائز ہے؟........... انٹرنیشنل صوفی کانفرنس کے انعقاد میں خون پسینہ ایک کرنے والے حضرات کی جانب سے عام مسلمانوں کو وضاحتی بیان کا انتظار رہے گا۔ جو سوالات اٹھائے گئے ذمہ داروں پر ان کی جواب دہی لازمی وضروری ہے۔مودی نوازی میں اخلاقی وایمانی سرحدیں پھلانگ کر انہیں عمر خضر عطا کیے جانے کی جو درخواست بارگاہ خداوندی میں پیش کی گئی ہے اخلاقی طور پر اس کے جواز کی کیا صورت بنتی ہے؟ ہندوستان کے مسلمانوں بالخصوص گجرات کے ان تمام مسلمانوں کو (جن کے عزیز و اقارب، بھائی بہن، ماں باپ و دیگر رشتہ داروں کے خون ناحق سے ہولی کھیلنے کا الزام مودی پر ہے) انہیں سید اشرف میاں اور ان کے دست وبازو (حضرات) کے وضاحتی بیان کا انتظار ہے۔

اب دام نہ پھیلاؤ بہاروں کے نقیبو!
دنیا تمہیں خوب اچھی طرح جان چکی ہے

(روزنامہ اردو قومی تنظیم لکھنؤ ۲۳؍مارچ ۲۰۱۶ء بروز بدھ صفحہ ۶ کالم نگار پرویز عالم)"

اسی طرح اردو ہندی ہفت روزہ "دی میڈیا پروفائل" دہلی کے ایڈیٹر ایم حسنین صاحب نے اس انٹرنیشنل صوفی کانفرنس کی مقرروں کو "ڈھونگیوں کا جماوڑا" کی سرخی جما کر یوں شدید تنقید فرمائی کہ "اول تو یہ تصوف ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ پانچ ستارہ ہوٹلوں میں قیام، مہنگے کھانے اور لاکھوں کی رنگین پوشاکیں، نہ سادگی نہ خلوص ہر طرف دکھاوا، اتنی ریاکاریوں کے بعد تو ایمان بچانا مشکل ہوتا ہے میاں! پھر اس صوفی کانفرنس کا دولہا اسے بنایا جس کی شہریت ہی مشکوک ہے۔ خدا معلوم وہ پاکستانی ہے یا کینیڈیائی، کینیڈا میں تو یوں سر جھکا کر رہتا ہے جیسے کوئی غلام مگر پاکستان پہنچتے ہی شیر کی طرح دہاڑنا شروع کر دیتا ہے.......... دنیا اتنی بھی اندھی نہیں ہے کہ اس بھگوا جادوگری کو سمجھ نہ سکے۔ آج مودی کے سامنے بھارت ماتا کی جے کا نعرہ لگا رہے ہو کل وندے ماترم پڑھوگے، پھر کسی دن گایتری منتر کا پاٹھ کرتے نظر آؤگے۔ تمہارا دل اگر سناتن دھرمی ہو چکا ہے تو روکتا کون ہے تمہیں ہندو بن جانے سے، مگر ہمارے ایمان پر ڈاکا کیوں ڈال رہے ہو؟ جب تم اپنے مطلب کے لیے ہمارے قاتلوں کی گود میں جا کر بیٹھ ہی گئے تو جتنی جلدی ہو سکے اپنے نئے مذہب کا اعلان بھی کر ڈالو۔ وگیان بھون پہنچ کر اشرف میاں کا اترانا دیکھنے لائق تھا حالانکہ نام رکھ لینے سے نہ کوئی اشرف بن جاتا ہے نہ طاہر۔ دونوں بڑے اچھے نام ہیں مگر جعفر اور صادق بھی تو کوئی برے نام نہیں پر دونوں نے تاریخ کو گندہ کیا۔ میر جعفر نے بنگال کی حکومت تباہ کی، سراج الدولہ کو قتل کروایا اور میر صادق نے شیر میسور ٹیپو سلطان کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ صرف نام اچھا ہونے سے کیا ہوتا ہے جو میر صادق اور میر جعفر نے کیا یہی یہ دونوں (اشرف میاں اور ڈاکٹر طاہر) مل کر کر رہے ہیں۔ ہزار دو ہزار لوگوں کو خرید کر اپنی ولایت کا اعلان کر دیا اور پچیس کروڑ مسلمانوں کا شکار کرنے نکل پڑے۔ سرکاری بنگلے میں دہاڑ رہے ہیں۔ کشمیر سے کنیا کماری تک اور بنگال سے گجرات تک ایک ایک انچ زمین ہماری ہے اگر کسی نے نیت خراب کی تو اسے قبرستان پہنچا دیں گے۔ شاباش اشرف میاں! اگر روحانی طاقت کی بات کر رہے ہو تو وہ تمہارے پاس بچی نہیں ایسا ہوتا تو مودی کی جوتیاں نہ سیدھی کر رہے ہوتے رہی مادی طاقت تو

اب تلوار اور بھالوں کا زمانہ نہ رہا بندوق بم اور میزائل کا دور ہے اور یہ سارے ہتھیار صرف فوج کے پاس ہوتے ہیں۔ بتا سکتے ہو کہ تمہارے خانوادے میں کتنے فوجی ہیں؟ اور ان میں سینئر آفیسر کتنے ہیں؟ خدا کی قسم تمہاری احمقانہ باتوں پر ترس آتا ہے"۔

(۲۱ تا ۲۷ / مارچ ۲۰۱۶ء)۔

وہابی مخالف مہم کو شدید نقصان:- اس کانفرنس سے صوفیائے کرام کی مقدس جماعت کو جو نقصان پہنچا ہے وہ کسی بھی اہل خرد پر مخفی نہیں اسی طرح ان نام نہاد صوفیوں کے ارباب اقتدار کی چوکھٹوں پر جبیں سائی کرنے سے تصوف کے پاکیزہ اور جمالیاتی چہرے پر جو بدنما داغ لگا ہے وہ کسی بھی اہل نظر پر مخفی نہیں۔ صوفی ازم کو اتنا نقصان تصوف مخالف گمراہ جماعتوں کی برسہا برس سے چلی آ رہی مخالفانہ تحریک سے نہیں پہنچا جتنا کہ ان نام نہاد صوفیوں نے اپنی چار روزہ انٹر نیشنل صوفی کانفرنس کے انعقاد سے پہنچا دیا۔ سب سے بڑا نقصان جو ہوا ہے وہ وہابیوں کے خلاف ہماری محاذ آرائی کو جس کی تفصیل یہ ہے کہ سال گزشتہ کے عرس رضوی کے منبر سے نئے انداز میں جس طرح وہابیوں کے خلاف زبردست مہم چلائی گئی تھی اور جس انداز میں وہابی دہشت گردی کو عالمی سطح پر بے نقاب کرنے کی تحریک چلی تھی اس سے پوری دنیا اور خاص کر متحدہ ہندوستان میں پوری وہابی لابی اور ان کے ہم پیالہ وہم نوالہ جماعتوں میں ایک سراسیمگی کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی، وہابی ازم کے خلاف صوفی سنی ازم کا یہ ایک ایسا کاری وار تھا جس کی ٹیسیں پورے وہابی ازم میں محسوس کی جا رہی تھیں۔ دنیا سنیوں کی ستائش اور وہابیوں کی مذمت میں سرعام بحث و مباحثہ کی محفلوں کو ملاحظہ کر رہی تھی۔ وہابی ازم کے مبلغ و رہنما دفاعی پوزیشن اختیار کرتے ہوئے اپنی صفائیاں پیش کرتے نظر آ رہے تھے مگر افسوس! ان عاقبت نا اندیش نام نہاد صوفیوں نے اس کامیاب مہم کو شدید نقصانات سے دو چار کرا دیا۔ سنیوں اور صوفیوں کے مخالف وہابیوں کو اس کانفرنس نے تصوف کے خلاف محاذ آرائی کرنے کا ایک ہتھیار دے دیا۔ اس کانفرنس میں مودی، بی جے پی حکومت اور آر۔ ایس۔ ایس کا ساتھ لے کر ان نام نہاد صوفیوں نے ایسی تاریخی غلطی کی ہے کہ ع

لمحوں نے خطا کی ہے صدیوں نے سزا پائی ہے

کے مصداق جماعت اہل سنت برسہا برس تک اس کے نقصانات کی بھرپائی نہیں کر سکتی۔ صوفیہ کانفرنس میں جتنی بھی بے راہ روی کا مظاہرہ کیا گیا اس سے ان وہابیوں اور گمراہ جماعتوں کے ہاتھ صوفیوں اور صوفی ازم کے خلاف ایک ایسا ہتھیار لگ گیا کہ جس کا وہ تحریر و تقریر، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا وغیرہ کے ذریعہ نہایت شاطرانہ انداز میں استعمال کر رہے ہیں۔ مرکز اہل سنت بریلی شریف کی مہم نے جس وہابی ازم کو دفاعی پوزیشن پر لا کر کھڑا کیا تھا آج وہ حملہ کرنے کی پوزیشن میں کھڑے ہیں۔ ہر طرف صوفیوں، خانقاہوں، پیروں اور سنی علماء و مشائخ کے خلاف زہر اگل رہے ہیں کہ یہ لوگ امت مسلمہ کے خیر خواہ نہیں جو اپنے مفادات حاصل کرنے کی غرض سے مودی، بی جے پی اور آر ایس ایس جیسی مسلم مخالف طاقتوں سے ہاتھ ملائے ہوئے ہیں۔

بغض اعلیٰ حضرت کا برملا اظہار:- یہ ہیں اکیسویں صدی کے وہ نام نہاد صوفی حضرات جنہیں مسٹر مودی کے ہاتھ پر بیعت

کرنے پر کوئی عار نہیں۔ مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے والے کے سامنے جھکنے پر جن کی جبینوں پر کوئی شکن نہیں، بھارت ماتا کی جے کے نعرے لگنے سے جن کی ایمانی حرارت کی لو نے کوئی تیزی نہ پکڑی، مسٹر مودی کو عمر خضر عطا کیے جانے کی دعا پر جن کا مذہبی ضمیر بے دار نہ ہوا، مسٹر مودی کے ذریعہ اپنی تقریر میں حسین احمد مدنی جیسے بدمذہبوں کے نام کا قصیدہ پڑھنے پر جن کی رگ حمیت نہ پھڑکی مگر جیسے ہی عاشق رسول اعلیٰ حضرت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا حق گوئی اور بے باکی پر مشتمل قصیدہ علامہ پیر محمد ثاقب شامی نے پڑھا تو ایسا لگا کہ مانو ان نام نہاد صوفیوں کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ عوام تو اعلیٰ حضرت کی ہے۔ وہ تو ہر محفل میں اعلیٰ حضرت کا نام سننا چاہتی ہے۔ وہ تو مچل اٹھی مگر یہ ارباب منبر تھے اور مسٹر مودی کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے نام نہاد صوفی تھے جنھیں خاموشی اور سکوت کی دبیز چادر نے اپنے اندر سمو لیا۔ خاموش رہتے تب بھی بھلا تھا مگر جو لوگ ہر طرح کی شرعی حدود توڑے جانے پر خاموش رہے وہ ایک عاشق صادق کے تعلق سے کہے جانے والے چند حقیقت پسندانہ جملے بھی برداشت نہ کر سکے۔ مہمان نوازی کی تمام اخلاقی حدوں کو پار کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ ان کی تقریر کو بیچ ہی میں رکوا دیا گیا بلکہ بیجاپور کرناٹک کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے جناب تنویر ہاشمی صاحب کو مائک بھی سنبھالنے کی ضرورت پیش آ گئی اور انہوں نے نہایت ہی عجلت میں شامی صاحب کی تقریر کا رد کرنا شروع کر دیا اور وہ بھی بے پناہ جوش وخروش کے ساتھ۔ شامی صاحب کی تقریر نے ارباب منبر کی زبانوں پر جو خاموشی کا قفل لگا دیا تھا اسے توڑنے کا کام کیا تنویر ہاشمی صاحب نے۔ شامی صاحب کی تقریر کا اچھل اچھل کر رد کیا جا رہا ہے اور ارباب منبر کے درمیان داد وتحسین کی صدائیں بلند کرنے میں سبقت لے جانے کی ہوڑ لگی ہوئی ہے۔ مدح اعلیٰ حضرت کے اثرات کو زائل کرنے کے جوش میں تنویر ہاشمی صاحب نے کب شرعی حدود کو لانگھ ڈالا انہیں اس کا پتہ بھی نہ چل سکا۔ وہ تو ارباب فقہ وافتاء ہی اب بتائیں گے کہ انہوں نے اپنی دو منٹ کی رد شامی والی تقریر میں کون سی شرعی حد پار کی ہے اور شریعت کے کس اصول کی پامالی کی ہے۔

ارباب افتاء پر تبرا:—اس چار روزہ کانفرنس میں غیر شرعی اور ملت فروشانہ جن امور کا ارتکاب کیا گیا اس تحریر میں اس کی یہ ایک معمولی سی جھلک ہے۔ اگر ہر روز ہونے والے پروگراموں کی ہر نشست کا شرعی، دینی، مسلکی اور ملی نقطۂ نظر سے نہایت غائرانہ طور پر جائزہ لیا جائے تو ہر جگہ قباحتیں ہی قباحتیں نظر آئیں گی۔ کون سی ایسی نشست ہے جس میں ان نام نہاد صوفیوں نے علمائے کرام، مشائخ عظام اور خاص کر ارباب فقہ افتاء پر تبرانہ پڑھا ہو۔ ان کے فتووں کا مذاق نہ اڑایا ہو۔ انہیں اپنی جارحانہ تنقید کا نشانہ نہ بنایا ہو۔ اگر یہ پوچھا جائے کہ اس کانفرنس سے ملت اسلامیہ کو یا سنیوں کو کیا فائدہ پہنچا تو اس کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ افتراق وانتشار کے اس ماحول میں اس کانفرنس نے ایک اور تفریق وتشتیت کا محاذ قائم کر دیا۔ جس کی بنیاد پر یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ آخر اتنے شاطرانہ انداز میں سنیوں کے درمیان افتراق کا ماحول پیدا کرنے والے ان نام نہاد صوفیوں کے پس پشت "کون معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں؟"

حیات اعلیٰ حضرت میں درج چند تحقیق طلب گوشے

ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی مایۂ ناز تصنیف حیات اعلیٰ حضرت میں درج چند گوشوں کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے کی دعوت دیتی تحریر

از:- ڈاکٹر محمد حسن قادری بریلوی

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کی ولادت باسعادت ۱۴ رمحرم الحرام ۱۳۰۳ھ کو صوبۂ بہار کے ضلع پٹنہ عظیم آباد کے مردم خیز علاقہ موضع رسول پور میجرہ کے دینی و مذہبی گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد ملک منشی عبدالرزاق نیک اور درویش صفت انسان تھے۔ آپ کے سلسلہ نسب کے تیسویں بزرگ مدار الملک سید ابراہیم عرف ملک بیّو کا سلسلہ بہار میں کافی پھیلا ہوا ہے۔ عالم اسلام کے مشہور بزرگ مقتدر عالم دین حضرت مولانا قاضی محب اللہ متوفی ۱۱۱۹ھ اسی خاندان کے نامور بزرگ اور اپنی صدی کے مجدد تھے۔

آپ کی تعلیم کی ابتدا مذہبی تعلیم سے ہوئی حالانکہ اس وقت انگریزی تعلیم کا دور دوراں تھا۔ ہر شخص سلطنت کی زبان سیکھنا چاہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد ماجد کو مذہبی عربی تعلیم دلانے کی توفیق عطا کی۔ باوجود اس کے بعض قریبی عزیز و اقارب نے انگریزی تعلیم دلانے پر زور دیا مگر انہوں نے پروہ نہ کی اور ملک العلماء کو مذہبی عربی تعلیم کی طرف متوجہ کیا۔ بروز اتوار شوال ۱۳۱۲ھ مدرسہ حنفیہ غوثیہ موضع بین ضلع پٹنہ میں والد مکرم نے داخلہ کرایا وہاں حضرت مولانا معین الدین اظہر اور مولانا بدر الدین اشرف جیسے معروف اساتذہ نے بہت دلچسپی اور محبت سے تعلیم دی۔ آپ پٹنہ سے حصول تعلیم کے لیے کانپور تشریف لائے اور استاذ زمن مولانا احمد حسن کانپوری، حضرت مولانا شاہ عبد اللہ کانپوری اور مولانا شاہ عبدالرزاق کانپوری وغیرہ جید علماء سے جملہ علوم وفنون کا درس لیا۔ کانپور سے پھر اپنے مشفق استاذ حضرت محدث سورتی کی خدمت میں پیلی بھیت حاضر ہوئے۔ حضرت محدث سورتی اپنے درس کے دوران امام احمد رضا کا بہت ذکر کیا کرتے تھے جس سے آپ کا اشتیاق بڑھا اور ۱۳۲۲ھ میں امام احمد رضا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ امام اہل سنت کی تصنیفی مصروفیات اور افتاء وغیرہ کے شدید بار کی وجہ سے کچھ دن مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں درس لیا۔ اس مدرسہ کے بانی مولوی لیٰسین پنجابی شاگرد حضرت مولانا احمد حسن کانپوری تھے۔ بعد میں دیوبندی خیال کے ہوگئے تھے ورنہ پہلے ان کے تعلقات امام احمد رضا سے بہت اچھے تھے اور امام اہل سنت کو بمنزلۂ استاذ سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ملک العلماء پر خاص کرم تھا کہ کچھ دن بعد آپ مستقل طور پر امام احمد رضا کے دامن کرم سے وابستہ ہو گئے اور کسب فیض کرنے لگے۔ اپنی اس نسبت پر فخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اور پھر ان تمام نعمتوں کے علاوہ سونے پر سہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مأۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ مولانا مولوی

حافظ قاری شاہ امام احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی نے بیعت تلمذ وارشاد وخلافت کے شرف سے مشرف فرمایا جو شریعت مطہرہ اور طریقت منورہ کی عملی تصویر تھے جن کا ہر قول شریعت کا رہنما جن کا ہر فعل احکام الٰہی کا اتباع جنہوں نے بلا خوف لومۃ لائم مسائل شرعیہ ومسائل فقہیہ کی تعلیم وتبلیغ فرمائی۔"(۱)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں اور مولانا حکیم امیر اللہ بریلوی کی کوششوں سے امام احمد رضا نے ۱۳۲۲ھ میں مدرسہ منظر اسلام قائم کیا۔اس مدرسہ کے سب سے اول مدرس حضرت مولانا بشیر احمد علی گڑھی تلمیذ رشید حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی تھے۔ملک العلماء نے ان سے بھی اکتساب فیض کیا۔لیکن صحیح بخاری شریف اور مسلم شریف از اول تا آخر آپ نے امام احمد رضا ہی سے پڑھی۔اس طرح ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری اور مولانا عبد الرشید اس مدرسہ کے سب سے پہلے طالب علم تھے۔دستار بندی کے بعد آپ اسی مدرسہ میں مدرس مقرر کر لیے گئے۔کچھ دن بعد حاجی عبد الرزاق قادری رضوی مقیم شملہ کے بہت زیادہ اسرار پر امام احمد رضا نے آپ کو جامع مسجد شملہ کی امامت وخطابت پر مامور فرمادیا۔اس کے بعد امام احمد رضا کے حکم پر مدرسہ فیض الغرباء آرا پہنچے بعدہ الحاج سید نور الہدیٰ آپ کو پٹنہ لے گئے وہاں مدرسہ شمس العلوم پٹنہ میں مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے۔۱۳۶۷ھ سے ۱۳۷۰ھ تک ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ میں مقیم رہے۔آخر میں سید شاہ شاہد حسین سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین پٹنہ کی استدعا پر ۲۹رشوال المکرم ۱۳۷۱ھ میں کٹیہار کے اندر جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح کیا اور اس کے صدر مدرس کے عہدے کو زینت بخشی ۱۳۸۰ھ میں علالت کی بنا پر پھر ظفر منزل پٹنہ واپس آگئے ۱۹رجمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸رنومبر ۱۹۶۲ء شب دوشنبہ سپیدہ سحر نمودار ہونے سے پہلے ذکر "اللہ اللہ" کرتے ہوئے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف رخصت ہو گئے۔آپ کا مزار مبارک محلہ شاہ گنج پٹنہ میں ہے۔

ملک العلماء کی ۲۷رتصانیف کا ذکر ملتا ہے۔لیکن آپ کی ایک ہی تصنیف "حیات اعلیٰ حضرت" ایسی تصنیف ہے جس نے آپ کو حیات جاوید عطا کر دی ہے۔امام احمد رضا پر کام کرنے والا کوئی بھی شخص اس کتاب سے استفادہ کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔بلاشبہ بہت ہی محنت کے ساتھ حضرت ملک العلماء نے حیات اعلیٰ حضرت میں اعلیٰ حضرت کی مبارک زندگی کے گوشوں کا احاطہ فرمانے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔مگر اس کے اندر درج چند گوشے میری نظر میں ایسے بھی آئے جو میری ذاتی تحقیق کے مطابق مزید تحقیق کے متقاضی ہیں۔یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ اس مضمون سے ہمارا مقصد ملک العلماء کی تنقید وتنقیص نہیں ہے بلکہ کسی شخصیت کی حیات سے متعلق گوشوں پر تحقیق کا عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے۔اس سے نئی راہیں نکلتی ہیں،نئی نئی باتیں سامنے آتی ہیں اور پوشیدہ باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔سوانح حیات سے متعلق گوشوں کا زیادہ تر تعلق متعلقہ شخصیت سے تعلق رکھنے والے حضرات کی بیان کردہ روایات پر مشتمل ہوتا ہے۔جس میں تغیر وتبدل کا بہت زیادہ امکان رہتا ہے۔اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں آپ کے سامنے چند ایسے گوشوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ جن میں میری معلومات کی حد تک مزید تحقیق کی گنجائش ہے۔

(۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے شجرۂ خاندانی کا ذکر کرتے ہوئے ملک العلماء رقمطراز ہیں:"حافظ کاظم علی خاں (اعلیٰ حضرت کے

دادا امام العلماء مولانا رضا علی خاں کے والد محترم) کی صاحبزادی زینت بیگم جن کو موتی بیگم کہتے تھے ان کی شادی خان صاحب محمد حیات خاں سے ہوئی تھی یہ یوسف زئی سے ہیں"(۲)

ممکن ہے کہ موتی بیگم صاحبہ کے شوہر کو محمد حیات خاں نام سے بھی جانا جاتا ہو کیونکہ میری تحقیق کے مطابق زینت بیگم صاحبہ کی شادی جن صاحب سے ہوئی ان کا نام بندے علی خاں تھا۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ۱۹/ مئی ۱۸۳۲ء کو ورثہ کے درمیان تقسیم جائداد عمل میں آئی (۳) تقسیم نامہ میں زینت بیگم عرف موتی بیگم کے شوہر کا نام بندے علی خاں درج ہے۔ اس تقسیم نامہ پر بندے علی خاں کی مہر ہے اور موتی بیگم کے کارمختار کی حیثیت سے کوچک علی خاں کے دستخط ہیں۔ کچھ اور لوگوں کے علاوہ اردو کے معروف نعت گو شاعر لطف علی خاں لطف بریلوی کے بھی دستخط ہیں۔ ایک اور دستاویز ۱۷/ مارچ ۱۸۳۹ء کا بیع نامہ ہے جو میرے موقف کی بھرپور تائید کر رہا ہے۔ یہ بیع نامہ موتی بیگم نے اپنے بیٹے کوچک علی خاں ولد بندے علی خاں کی بیوی بیگم جان کے حق میں موضع "اسہیت" اور موضع "کرتولی" کی جائیداد بیع کی ہے۔ اس بیع نامہ کی سطر اول اس طرح ہے "من کہ مساۃ موتی بیگم بنت محمد کاظم علی خاں زوجہ بندے علی خاں مرحوم ساکن شہر بریلی"(۴)

یہ بیع نامہ فارسی میں ہے اس بیع نامہ میں کچھ اور لوگوں کے علاوہ امام العلماء مولانا رضا علی خاں کے بھی دستخط ہیں۔ مولانا رضا علی خاں موتی بیگم کے حقیقی بھائی ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ موتی بیگم کی شادی بندے علی خاں نامی شخصیت سے ہوئی تھی جن کا نام دستاویز میں محمد حیات خاں درج نہیں ہے۔ موتی بیگم کے دو فرزند نعمت علی خاں عرف بزرگ علی خاں اور کوچک علی خاں تھے۔ نعمت علی خاں کے بیٹے حاجی وارث علی خاں تھے جن سے مولانا نقی علی خاں کی بڑی بیٹی حجاب بیگم کا عقد ہوا تھا۔ [ایک ہی شخصیت کے دو نام ہو سکتے ہیں ایک نام عرفی اور دوسرا دستاویزی ممکن ہے کہ دستاویز میں جن کا نام بندے علی خاں ہے وہی عرف عام میں محمد حیات خاں کے نام سے مشہور ہوں۔ جس کی وجہ سے راوی نے یہی نام حضرت ملک العلما کو بتایا ہو اور انھوں نے اسی نام سے ان کا اندراج کر دیا ہو] (سلیم بریلوی)

(۲) ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے مدرسہ مصباح التہذیب کا بانی اعلیٰ حضرت کے والد ماجد امام الاتقیاء مفتی نقی علی خاں کو قرار دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں "اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہ العزیز نے ایک مدرسہ قائم کیا اور اس کا نام مصباح التہذیب رکھا تھا"۔(۵)

ملک العلماء کی یہ بات بھی مزید تحقیق کی متقاضی ہے کیونکہ میری تحقیق کے مطابق مدرسہ مصباح التہذیب مولوی احسن نانوتوی نے قائم کیا تھا اور مولانا نقی علی خاں نے مدرسہ اہل سنت قائم فرمایا تھا(۶) [اس کی پوری تحقیق ماہنامہ اعلیٰ حضرت نومبر ۲۰۱۲ء کے شمارے میں موجود ہے۔ جس میں ہم نے اپنے ادارتی نوٹ میں متعلقہ مسئلہ پر "حیات اعلیٰ حضرت" کے دو ایڈیشنوں کے اختلاف کا ذکر کیا ہے۔] (سلیم بریلوی)

(۳) ملک العلماء، امام احمد رضا کے شرف بیعت کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں۔ "سید شاہ آل رسول مارہروی نے پہلے مولانا نقی علی خاں کو پھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کو پھر مرزا عبدالقادر بیگ کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ فرمایا"(۷)

بقول حضرت ملک العلماء سیدی شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ نے ۳؍ حضرات کو داخل سلسلہ فرمایا اور اجازت و خلافت سے نوازا مگر یہاں قابل توجہ یہ چیز ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی متعدد جگہ اپنی بیعت و اجازت و خلافت کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس میں کہیں بھی مولوی عبدالقادر بیگ کا ذکر نہیں ہے۔ صرف اپنا اور اپنے والد محترم کا ہی ذکر کیا ہے چنانچہ امام احمد رضا اپنے والد مکرم کی بیعت و خلافت کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں "پنجم جمادی الاخریٰ ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ مطہرہ میں دست حق پرست، آقائے نعمت، دریائے رحمت، سید الواصلین، سند الکاملین،

قطب اوانا، امام زمانہ حضور پرنور سیدنا مرشدنا مولانا و ماوانا ذخرتی یومی وغدی سیدنا شاہ آل رسول احمدی تاجدار مارہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شرف بیعت حاصل فرمایا۔ حضور پرنور مرشد برحق نے مثال خلافت و اجازت جمیع سلاسل و سند حدیث عطا فرمائی یہ غلام ناکارہ (امام احمد رضا) بھی اسی جلسے میں اس جناب کے طفیل ان برکات سے شرف یاب ہوا والحمد للہ رب العالمین۔"

مذکورہ بالا تحریر میں بھی اعلیٰ حضرت نے صرف اپنا اور اپنے والد محترم کا تذکرہ فرمایا ہے اور تیسرے کسی شخص کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ اس لیے یہ گوشہ بھی مزید تحقیق و تلاش کا متقاضی ہے۔ اس سلسلہ میں تفصیلی مضمون ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے آئندہ کسی شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔ [چونکہ اعلیٰ حضرت اور ان کے والد محترم کو بیعت کے ساتھ اس جناب سے خلافت بھی عطا فرمائی گئی تھی۔ اس لیے جہاں جہاں اعلیٰ حضرت نے یہ ذکر فرمایا ہے ممکن ہے کہ اس سے آپ کی مراد صرف خلافت کی نعمت کا تحدیثاً ذکر ہو اس وجہ سے بیعت میں شامل مرزا عبد القادر بیگ صاحب کا تذکرہ نہ فرمایا ہو۔ واللہ اعلم] (سلیم بریلوی)

اشـــــــارات

(۱) حیات اعلیٰ حضرت (دیباچہ صفحہ ۹، قادری کتاب گھر بریلی)
(۲) ایضاً صفحہ ۲۹،
(۳و۴) بیع نامہ کی زیراکس کاپی مخزونہ مرزا عبد الوحید بیگ بحوالہ مولانا نقی علی خاں حیات اور علمی و ادبی کارنامے، از: ڈاکٹر محمد حسن قادری
(۵) حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۶۳،
(۶) مولانا نقی علی خاں حیات اور علمی ادبی کارنامے و ماہنامہ اعلیٰ حضرت نومبر ۲۰۱۲ء
(۷) حیات اعلیٰ حضرت ۲۹۱ حصہ دوم، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی
(۸) ازہار الانوار، از: امام احمد ررضا بحوالہ مولانا نقی علی خاں حیات اور علمی ادبی کارنامے۔

منقبت درشان حجۃ الاسلام

شاہ طیبہ کی امانت حجۃ الاسلام ہیں

از:- خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند، حضرت مولانا قاری محمد امانت رسول صاحب رضوی، سربراہ اعلیٰ مدینۃ الاسلام ہدایت نگر پیلی بھیت

عکس سرکار رسالت حجۃ الاسلام ہیں
شمع بزم اہل سنت حجۃ الاسلام ہیں
نام ہے جن کا محمد عرف ہے حامد رضا
نور عین اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام ہیں
سیکڑوں گمراہ لوگوں کو ہدایت بخش دی
مشعل راہ ہدایت حجۃ الاسلام ہیں
جانشین غوث و خواجہ مفتی اعظم ہوئے
جلوہ گاہ قادریت حجۃ الاسلام ہیں
حضرت مفتی اعظم مرجع اہل صفا
مرکز اہل شریعت حجۃ الاسلام ہیں
مظہر اسلام ہیں مفتی اعظم مرحبا
منظر اسلام حضرت حجۃ الاسلام ہیں
مفتی اعظم ہیں حضرت عالم اسلام کے
آپ حضرت کے بھی حضرت حجۃ الاسلام ہیں
رنگ بدلا اور فضا بدلی جہاں پہنچے حضور
مصطفیٰ پیارے کی نصرت حجۃ الاسلام ہیں
مشرکوں نے دیکھ کر ہی کلمۂ طیب پڑھا
غوث اعظم کی شباہت حجۃ الاسلام ہیں
دور حاضر کے مجدد مفتی اعظم ہوئے
اعلیٰ حضرت کی کرامت حجۃ الاسلام ہیں
مقتیان طیبہ جن سے لیں علوم باطنی
شاہ طیبہ کی امانت حجۃ الاسلام ہیں

مودودی مذہب کا تضاد

از:- قاری محمد عبدالرشید قادری چیلی بھیتی

ناظرین کرام! حقانیت کا ایک معیار اور کسوٹی یہ ہے کہ مسائل کے اندر آپس میں تضاد وتخالف نہ ہو۔ ایک مسئلہ دوسرے مسئلہ کی مخالفت نہ کرتا ہو اسی بنا پر قرآن عظیم نے فرمایا تھا کہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا اگر یہ قرآن غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو ضرور تم اس کے اندر کثیر اختلاف پاتے۔ چونکہ غیر اللہ کی جانب سے یہ قرآن نازل نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اس لئے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ اس کے تمام مسائل ایک دوسرے کی تائید کرتے اور تقویت پہنچاتے ہیں۔ مودودی کے مذہب باطل کا ایک زبردست ثبوت یہ ہے کہ اسکے احکام ومسائل میں ایک دوسرے کا اختلاف موجود ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ مودودی دھرم سراسر باطل ہے۔ کیونکہ اگر جماعت اسلامی کا وجود تائید حقانیت کے لئے عمل میں آیا ہوتا تو اس میں بھی اختلاف نہ ہوتا۔ مودودی دھرم کی آپس میں مخالفت اور انبیا واولیا کے ساتھ دشمنی ملاحظہ ہو۔ دستور جماعت اسلامی صفحہ ۵ر پر ہے: "خدا کی سلطنت میں درحقیقت سب بے اختیار رعیت ہیں۔ خواہ وہ فرشتے ہوں یا انبیا یا اولیا۔"

اس کے یہ معنی ہوئے کہ سارے انسان اور فرشتے انبیا واولیا بلکہ ساری مخلوق سب کے سب بے اختیار ہیں ان میں سے کسی کو کچھ اختیار نہیں۔ اس پر سوال وارد ہوتا ہے کہ جب ساری مخلوق مجبور محض اور قطعی بے اختیار ہے تو پھر عذاب وثواب حساب وکتاب سب باطل ہوا یا نہیں؟ یہ کھلم کھلا قرآن عظیم کا انکار ہوا یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والوزن یومئذ الحق۔ یعنی اس دن وزن اعمال حق ہے۔ اور فرماتا ہے: فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃo واما من خفت موازینہ فامہ ھاویۃo تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں (اور وزن دار عمل یعنی نیکیاں زیادہ ہوئیں) تو وہ من مانے عیش میں اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے یعنی اس کا مسکن آتش دوزخ ہے۔ ان آیات کریمہ کے علاوہ کثیر آیات ہیں جن میں اعمال وایمان کے اعتبار سے جنتی ودوزخی بتایا گیا ہے۔ مودودی کے کہنے کے مطابق یہ سب آیات کریمہ بیکار ہیں۔ کیونکہ مخلوق جب مجبور اور بے اختیار ہے تو اس سے حساب کتاب اور عذاب وثواب کیسا؟ یہی فرقۂ جبریہ کا عقیدہ تھا جس کو رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے خود واضح فرمایا تھا کہ یہ لوگ امت کے مجوس ہیں اور پھر مودودی کی کمال خیانت اور انبیاء واولیا کے ساتھ دشمنی وعداوت ملاحظہ ہو کہ فرشتے انبیاء واولیا سب کو بے اختیار رعیت بتا دیا ہے۔ مگر جب رسالہ جبر وقدر لکھنے کی باری آئی اور ثواب وعذاب وحساب وکتاب اور

جنت ودوزخ کا معاملہ سامنے آیا اور وہاں انبیاء واولیاء کا نام نہیں تھا تو مخلوق کے اختیارات کے خطبے سناتا ہے۔ ملاحظہ ہو رسالۂ مذکور صفحہ ۱۴۳ پر درج یہ عبارت: ''فی الواقع ہم کو یہاں ایک محدود پیمانے پر کچھ اختیارات دیے گئے ہیں اور ان اختیارات کے استعمال میں ہم مناسب حد تک آزاد بھی رکھے گئے ہیں یہ آزادی حاصل کی ہوئی نہیں ہے بلکہ دی ہوئی ہے۔ اسکی مقدار کتنی ہے؟ اسکے حدود کیا ہیں اور اسکی نوعیت کیا ہے اس کا تعین مشکل بلکہ نا ممکن ہے مگر اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ یہ آزادی ہے ضرور،،

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایک فقیر بے نوا سے لے کر بادشاہ ہفت اقلیم تک ہر ایک کو اختیارات حاصل ہیں جو خدا کے دیے ہوئے ہیں اور یہ اختیارات وتصرفات اتنے ہیں جو حد شمار بلکہ احاطۂ امکان سے بھی باہر ہیں انھیں اختیارات کو ہم سنی مسلمان تمام مخلوق سے زیادہ اولیاء اللہ کو اور ان سے بھی زیادہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کو مانتے ہیں مگر مودودی چونکہ انبیا واولیا کا دشمن ہے اس لئے اولیا انبیا کو صاف طور پر بے اختیار رعیت کہہ رہا ہے مگر جب مخلوق کے اختیارات شمار کرنے کا موقع آیا تو ان اختیارات کے شمار ہی کو مشکل بلکہ ناممکن بتادیا اور پھر جب ہم سنی مسلمان حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اختیارات یا اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تصرفات بیان کرتے ہیں کہ ان کے اختیارات وتصرفات ساری مخلوق سے زیادہ ہیں کہ۔ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تو یہی مودودی شرک شرک کی بکواس کرنے لگتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ''بغیر کسی ثبوت علمی کے ان بزرگوں کی ولادت ووفات ظہور وغیاب، کرامات وخوارق، اختیارات وتصرفات اور اللہ کے یہاں ان کے تقرب کی کیفیات کے متعلق ایک پوری میتھالوجی (واہیات وخرافات باتیں) تیار کرلی گئیں۔ جو بُت پرست مشرکین کی میتھالوجی سے ہر طرح لگاؤ کھا سکتی ہے''۔

اب کون اس مردود سے پوچھے کہ جب تو اپنے اختیارات گنا تا ہے تو ان کا شمار حد امکان سے بھی باہر بتاتا ہے اور انبیاء واولیاء سید الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کے اختیارات وتصرفات کو میتھالوجی بتاتا ہے۔ جن کا ثبوت قرآن عظیم واحادیث نبی کریم سے ہے۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ مودودی کے نزدیک انبیاء واولیاء علیہم السلام و رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی زیادہ اختیارات وتصرفات مخلوقات بلکہ مودودی کو خود حاصل ہیں۔ اتنے اختیارات انبیاء واولیاء علیہم السلام و رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی نہیں یہ نبوت کا دعویٰ اور انبیاء واولیاء علیہم السلام و رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سخت توہین ہے اور یہ صریح گستاخی وگمراہی ہے۔

☆

نکاح رحمت.... جہیز زحمت !

از:- حافظ محمد ہاشم صدیقی، خطیب وامام مسجد حاجرہ رضویہ جمشید پور

مذہب اسلام نے نکاح کے ذریعہ مردوزن کے اس باہمی تعلقات کو جس قانون ومعاشرہ کا پابند بنایا ہے اگر اسی دائرے میں رہ کر اس فریضہ کو انجام دیا جائے تو یقیناً اس سے ایک پاکیزہ اور صالح معاشرہ کا وجود ہوگا۔ اس معاملہ کو قانون اور معاشرتی رنگ دینے کی اصل وجہ جنسی تسکین کے علاوہ حفاظت نسب اور نسل انسانی کے تسلسل کو بھی باقی رکھنا ہے۔ دنیا کی ہر قوم ومذہب نے مردوعورت کے اس باہمی اجتماع کو اپنے معاشرتی نظام کا پابند بنایا ہے۔ آج تک اس سرزمین پر جتنی بھی قومیں وجود میں آئی ہیں ان سب میں نکاح کا وجود کسی نہ کسی شکل میں ضرور رہا ہے۔ ہر انسان اپنے مذہب کے مطابق شادی بیاہ ضرور کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ مذہبوں میں سیاسی ورہبانی زندگی (بغیر شادی شدہ) کو اچھا جانا ہے۔ لیکن مذہب اسلام چونکہ مذہب فطرت ہے اس کے قوانین یہ ہیں کہ تقرب الی اللہ حاصل کرنے کے لئے تارک الدنیا اور دنیا کی جائز رنگینیوں سے بے نیاز ہونا تقرب الی اللہ نہیں بلکہ اس دنیا میں رہ کر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کرکے وہ اللہ کا مقرب بندہ بن جائے گا۔

ہر مذہب اور معاشرہ نے بغیر شادی (جو کہ مذہب میں رائج ہے) کے مردوزن کے باہمی تعلقات کو ناپسند کیا ہے، انسان کو جنسی ضرورت کے تحت سکون انہیں جوڑوں سے حاصل ہوتا ہے جو قانون شریعت کے مطابق باہم نکاح سے حاصل ہوتا ہے اور اسلام انہیں کو جوڑا قرار دیتا ہے۔ غیر نکاحی جوڑوں کو اسلام جوڑا تسلیم ہی نہیں کرتا بلکہ انہیں زانی اور بدکار قرار دیتا ہے۔ ان کے لئے سخت سزا تجویز کرتا ہے۔ آج کل مغربی تہذیب کے علم بردار شیاطین اسی مذموم گندی کوششوں میں مصروف ہیں کہ مغربی معاشرے کی طرح اسلامی ملکوں اور ہر جگہ نکاح کو غیر ضروری قرار دیا جائے اور آزادانہ میل ملاپ کرنے والے بدکار مردوعورت کو جوڑا تسلیم کرلیا جائے اور قانون بنایا جائے کہ انہیں کپل (Couple) یعنی قانونی جوڑا مانا جائے اور انہیں سزا کے بجائے وہ حقوق دیئے جائیں جو ایک قانونی جوڑے کو حاصل ہوتے ہیں۔ آج آزادی کے نام پر مغربی ثقافت نے ہماری نسلوں کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کردیا ہے، بلاشبہ شادی بیاہ فطرت کی آواز ہے اور انسانی ضرورت ہے۔ رب العالمین کا ارشاد ہے **ترجمہ** : اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے (یعنی بیویاں بنائیں) کہ ان سے آرام وسکون پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی ہمدردی رکھی۔ (القرآن، سورہ روم ۳۰، آیت ۲۰)

یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ فقہائے کرام نے نکاح کی کئی صورتیں بیان فرمائی ہیں بعض صورتوں میں نکاح کرنا واجب جب کہ بعض میں مباح اور بعض میں

مستحب قرار دیا ہے۔ تاہم استطاعت رکھنے والے کے لئے یہ سنت مئوکدہ ہے۔ فقہاء نے عقد نکاح کو اس شخص کے لئے واجب قرار دیا جس کی جانب سے برائی کا ڈر ہو۔ حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ اسکی ضرور مدد فرماتا ہے جو پاک دامنی کے لئے نکاح کرتا ہے۔

احادیث رسول میں کثرت سے نکاح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور خصی اور غیر شادی شدہ برہمچاری رہنے کی ممانعت کی گئی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: من کان ذا طول فلیتزوج "جو شخص استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرے" (معجم کبیرج ۱۰ ص ۱۴۹) ایک اور حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں "تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرے کیوں کہ نکاح سے نظر نہیں بہکتی اور شرم گاہ محفوظ رہتی ہے اور جو شخص نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت (sex) کو کم کردیتے ہیں۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۵۸۷ حدیث نمبر ۱۹۰۵، مسلم شریف حدیث نمبر ۳۲۹۷)

اسلام میں نکاح ایک مذہبی امر اور قرب الٰہی کا سبب بھی ہے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللہ فی نصف الباقی۔ "جب بندے نے نکاح کرلیا تو اسنے نصف (آدھا) دین مکمل کرلیا اور باقی نصف کے لئے اللہ سے ڈرے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۶) حضور ﷺ نے رہبانیت وتبتل (مجرد زندگی (اکیلے) زندگی گزارنے کا عمل) کے خود ساختہ خیالوں کو مسترد کرتے ہوئے نوجوان معاشرہ کو شادی کی ترغیب دی ہے، ارشاد گرامی ہے: یا معاشر الشباب من استطاع الباءۃ فلیتزوج " نوجوان کی جماعت تم سے جو شخص لوازمات مجامعت (بیویوں اور بچوں کا نفقہ اور مہر ادا کرنے کی) استطاعت رکھتا ہو تو وہ نکاح کرلے، کیونکہ نکاح نظر کو نیچی اور شرم گاہ کو بہت محفوظ رکھتا ہے اور جو اس پر قادر نہ ہو تو وہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ رکھنا اس کو خصی بنادے گا (اس کی شہوت کو دور کردیگا)۔

سچی حقیقت تو یہ ہے کہ جس معاشرہ میں شادی کا رواج نہ ہوگا یا شادی کو ایک بوجھ سمجھا جائے گا تو وہاں لوگ اپنی جنسی پیاس کو بجھانے کے لئے ناجائز طریقے ضرور تلاش کریں گے، جس سے ناجائز بچوں کی پیدائش ہوگی جیسے آج نام نہاد ترقی یافتہ کہے جانے والے ملکوں امریکہ، جرمنی، انگلینڈ اور دیگر مغربی ملکوں میں یہ وبا عام ہے۔ اخباری رپورٹوں کے مطابق ۲۲٪ فی صد بچے ناجائز پیدا ہورہے ہیں اسی وجہ سے آج یورپین ملکوں میں بچے کی نسبت باپ کے بجائے ماں کی طرف کی جاتی ہے، کیونکہ بچے کی ماں تو معلوم ہوتی ہے مگر خود ماں کو بھی پتا نہیں ہوتا کہ اس کا باپ کون ہے؟ جبکہ مذہب اسلام میں نکاح کے ذریعہ بچہ کی نسبت باپ سے ثابت ہوتی ہے جو دنیا میں عزت وشرافت، پاک دامنی کا باعث ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ترجمہ** : اور نکاح کردو اپنوں میں سے انکا جو بے نکاح ہے اور اپنے لائق بندوں کا اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انھیں غنی کردیگا اپنے فضل کے سبب اور اللہ وسعت والا اور علم والا ہے۔

(القرآن، سورہ نور، آیت ۳۲۔ کنزالایمان)

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف" **ترجمہ** : تو عورتوں کو اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح سے نہ روکو جب کہ آپس میں موافق شرع رضامند ہوجائیں، یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو تم میں سے

اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ تمہارے لئے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے۔

(القرآن، سورہ البقرہ آیت ۲۳۲)

نکاح کے بہت سے فوائد ہیں سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ اس سے نسل انسانی کی بقا و استحکام ہے۔ انسان حصول اولاد کی جو کوشش کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکی محبت کا بھی دخل ہے کیونکہ وہ اللہ کے حکم کی اطاعت کرتا ہے۔ اولاد کو باعث ثواب قرار دیا گیا ہے حضور نے ارشاد فرمایا: خوب بچہ دینے والی عورتوں سے شادی کرو کیوں کہ میں کثرت امت پر قیامت کے دن فخر کروں گا۔ نکاح کے بے شمار فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ انسان کی شہوت کا زور ختم ہو جاتا ہے اور اسکو سکون مل جاتا ہے۔ اس کا دل اس کی نظر پاکیزہ ہو جاتی ہے اور گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کو بیوی کے ذریعہ سکون ملتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو حضرت آدم کی تسکین کے لئے پیدا فرمایا قرآن کریم میں ہے:

ترجمہ: اور اسی میں سے اس کا جوڑ ابنایا تا کہ اس سے چین پائے۔ (القرآن، سورہ الاعراف ۷، آیت ۱۸۹)

اسی لئے اسلام میں بغیر شادی شدہ رہنے کی ممانعت کی گئی ہے اللہ نے اپنے رسولوں کو بھی بیوی اور اولاد سے نوازا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ولقد ارسلنا رسلا من قبلك و جعلنا لهم ازواجا و ذرية۔ **ترجمہ**: بے شک ہم نے تم سے پہلے بھی رسولوں کو بھیجا اور ان کو بیویوں اور بچوں یعنی نسلوں سے نوازا۔

(القرآن، سورہ رعد ۱۳ آیت ۳۶)

بعض کفار نے اعتراض کیا کہ اگر حضور نبی ہوتے تو آپ نکاح نہ کرتے بیوی بچے نہ رکھتے تارک الدنیا ہوتے اسکے جواب میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی، پیغمبران عظام میں بغیر بیوی حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عمر شریف گزاری باقی تقریباً تمام انبیائے کرام نے نکاح فرمایا۔ یعنی نکاح حکم خداوندی ہے اور نکاح سنت انبیاء ہے جو کہ فطرت ہے۔ ایسے ہی زیادہ بیویاں رکھنا بھی نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ۹۹ بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار بیویاں تھیں اور وہ نبی تھے۔ (ہندوؤں کی بیان کردہ تاریخ کے مطابق) ہندوؤں کے بھی بعض اوتاروں کنہیا اور راجہ دشرت کی کئی بیویاں تھیں۔ کنہیا کی ایک ہزار بیویاں تھیں۔

قطع نظر اسکے کہ نکاح سنت ہے یا فرض ہے، بہ وجہ تقاضہ بشریہ خود ایک انسانی ضرورت بھی ہے بلکہ انسانی فطرت ہے۔ خدائی قانون ہے۔ سنت رسول اور عبادت بھی ہے۔ اسی لیے اسلام نے نکاح کو بہت آسان بنایا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: نکاح کا اعلان کرو، اسے مسجدوں میں رکھو، مرقات میں اس حدیث کے تحت ہے۔ مسجد میں نکاح رکھنا یا اس فائدہ کے پیش نظر ہے کہ اس سے اعلان زیادہ ہوگا اور برکت کا مقام ہے برکت حاصل ہوگی اور فال نیک لینے کے لئے مسجد میں نکاح کی ترغیب دی گئی۔ (طبرانی معجم کبیر، حاکم، مستدرک)

جہیز زحمت ہے پر ذمہ دار کون؟

آجکل جہیز کی مانگ نے باقاعدہ بایوڈاٹا (BIO-DATA) کی طرح لسٹ کی صورت اختیار کرلی ہے۔ پورے معاشرے کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ جسکی ایک سے زائد بیٹیاں ہوں تو اسکی پوری

موت ہو جاتی ہے ، اگر جہیز اختیاری ہو یعنی خوشی پر منحصر ہو تو کوئی قباحت نہیں لیکن جبری جہیز کی Demand نے صورت حال کو خطرناک اور تباہ کن بنا دیا ہے۔ مفت میں لاکھوں کا مال ہاتھ آنا سب کو اچھا لگتا ہے اور اس موذی مرض میں اچھے خاصے دین دار لوگ بھی جہیز لے کر شادیاں کر رہے ہیں، ''مال مفت دل بے رحم'' کوئی رحم کوئی شرم وحیا نہیں۔ پورا معاشرہ اسی ظلم کی وجہ سے نہایت بے چینی کی زندگی گزار رہا ہے۔ غریبوں اور مڈل کلاس کے لوگوں کے لیے یہ لعنت جان لیوا ثابت ہو رہی ہے۔ کتنے باپوں نے اپنی لگی روزی کو داؤں پر لگا دیا، دوکانیں بیچ ڈالیں، جائیدادیں بیچ دیں، رہن رکھ دیا، سودی قرض لے لیا اور ساری زندگی قسطوں پر مرنے کا سامان کر لیا۔ کیا یہ حالات دردمند مسلمانوں کو جھنجھوڑنے اور جگانے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ معاشرے کو اس جان لیوا خراب رسم سے پاک کیا جائے۔ ایک طرف تو غریب لڑکیوں کی بڑھتی عمر کا رونا روتے ہیں اور لالچی لڑکے والوں کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ جہیز ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح نہیں بلکہ ڈائنا سور (DINOSAUR) کی طرح کھائے جا رہا ہے مگر جہیز کے لئے ذمہ دار صرف لڑکے والے ہی نہیں ہیں خود لڑکی والے بھی لڑکے والوں کو منھ مانگے جہیز کی پیش کش کرتے ہیں بلکہ ایسے واقعات بھی ہیں کہ اگر کسی کے گھر میں کوئی اچھا رشتہ آیا ہے اور اسکے گھر والے انکی مانگ پوری کرنے پر مجبور ہیں تو انکی بھنک جب پڑوسی یا رشتہ داروں کو پڑی تو وہ جلدی سے ''Tender'' کی طرح بولی لگا کر اپنی لڑکی کے لئے وہ رشتہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اخبارات میں ضرورت رشتہ کے اشتہار پر نظر ڈالئے ''معیاری شادی'' لڑکا یا بھائی باہر سے آیا ہوا ہے۔ ویزا کاروبار لگا ہے بھیج دیا جائے گا.....وغیرہ وغیرہ جیسے لالچ دیئے جاتے ہیں جو دولت مند ہیں اور جس نے اپنی لڑکی کی شادی کے لیے زندگی بھر کی کمائی جما کر رکھی ہے انہیں روکا نہیں جا سکتا لیکن غریب شخص اور جسکی بچیوں کی تعداد زیادہ ہے وہ گھٹ گھٹ کر مر رہا ہے۔ سوال یہ ہے کیا صرف ''باہر'' رہ کر ہی لڑکی خوش رہ سکتی ہے؟ کیا وہ اپنے وطن میں خوش نہیں رہ سکتی؟ جو بیویاں اپنے شوہر کے ساتھ باہر ہیں ان کی حالت انکے دل سے پوچھئے؟ ''سارا دن گھر میں لاک (بند) رہتی ہیں ایسے ہی جو یہاں رہتی ہیں مگر انکے شوہر باہر رہتے ہیں جس کی وجہ سے ان عورتوں کے سامنے ان گنت پریشانیاں اور مسائل ہیں جو لکھنے کیلئے ایک دفتر چاہیے۔ مقامی نوجوانوں اور کم آمدنی والے نوجوانوں سے شادی کے لئے نہ ہی ماں باپ اور نہ ہی لڑکیاں تیار ہوتی ہیں جبکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ مقامی نوجوان اور کم آمدنی والی فیملی خوش وخرم ہے باہر والے اور دولت مند لوگ سکون کے متلاشی ہیں۔

انتخاب نکاح میں دیندار کی اہمیت

نیک اور صالح نسل کے لئے ان اوصاف کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ دینداری، حسب ونسب، عزت و وقار عمر کے توازن کے ساتھ یعنی لڑکے کی عمر زیادہ ہو لڑکی کی کم ہو مناسب نہیں۔ مرد و عورت کے اخلاق و آداب میں عورت کا اخلاق زیادہ ہونا بہتر ہے۔ بدخلق، بدصورت، پست قد، عمر دراز، صاحب اولاد نہ ہونا اچھا اور فاسق و بدکار بدچلن تو ہرگز نہ ہو۔ (درمختار، ردالمحتار) رہی بات حسن وجمال کی تو رسول کریم ﷺ کے ارشادات بھی پیش نظر ضرور رکھے: فرمایا رسول اکرم ﷺ نے عورت سے نکاح کے چار داعیہ ہوا

کرتے ہیں (۱) اس کا مال (۲) اسکا حسب (۳) اس کا جمال (خوبصورتی) (۴) دین والی کو اختیار کرو (اگر تو نے دین کو ترجیح نہ دی تو) تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (بخاری، حدیث نمبر ۵۰۹۰ سنن ابو داؤد باب نکاح کا بیان دیندار عورت سے نکاح کرنا مقدم ہے حدیث نمبر ۲۰۴۷ او مسلم)

عورتوں سے شادی محض حسن کی بنیاد پر نہ کرو ان کا حسن تمہیں تباہی میں ڈال دے گا ان کی دولت ثروت (جہیز) کو شادی کی بنیاد نہ بناؤ۔ ہوسکتا ہے انکی دولت جہیز تمہیں سرکشی میں مبتلا کردے لیکن دین کی بنیاد پر تم شادی کرو کالی کلوٹی دیندار کنیز دولت والی سے اچھی ہے جو خدمت گذار اطاعت شعار رہے گی ایک اور حدیث پڑھیں یہ حدیث پاک ان نوجوانوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے جو محض حسن و جمال پر جان لٹادیتے ہیں۔ یا دولت و ثروت کے لالچ میں اپنی زندگی کا سکون قربان کردیتے ہیں اور دیانت تقویٰ نیک دیندار کی پرواہ نہیں کرتے فرمایا آقا ﷺ نے جس نے کسی عورت سے اس کی عزت کے سبب نکاح کیا وہ اور ذلیل ہوگا، جس نے انکی دولت کی وجہ سے نکاح کیا وہ اور محتاج ہوگا، جس نے اس کے حسب کے باعث نکاح کیا دنائت میں اضافہ ہوگا۔ جی ہاں! جس نے کسی عورت سے صرف اس لئے نکاح کیا کہ اپنی نظر اور شہوت کی حفاظت یا اپنی سابقہ قرابت کی رعایت کر سکے تو اس شادی میں خدا مرد اور عورت دونوں ہی کے لئے برکت عطا فرمائے گا۔ (طبرانی)

آقا ﷺ نے فرمایا سبھی متاع ہے اور بہترین متاع دنیا نیک وصالح عورت ہے۔ آج ہندوستانی معاشرہ میں انگنت برائیاں ہیں ان معاشرتی برائیوں میں مئے نوشی۔ سٹہ جوا۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی جھگڑے، تعلیم سے دوری اور جہیز کا مسئلہ شادی کے موقع پر ناجائز خرچ اور خرافات بھری رسمیں کرنا انتہائی افسوس ناک اور مہلک بات ہے۔ وہ قوم جس میں رائج رسموں کو رسول ﷺ مٹانے اور حق کو پہچانے آئے تھے وہ قوم وملت بے جا رسوم میں پڑ کر نہ صرف دولت برباد کررہی ہے بلکہ اپنی آخرت بھی خراب کررہی ہے۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "ھادی الناس فی رسوم الاعراس" لوگوں کا رہنما شادیوں کی رسموں کے بارے میں) مشہور اور عرفی نام "رسوم شادی" پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ زبردست دلائل سے آپ نے بدعات وخرافات ورسومات کی بیخ کنی فرمائی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف دینی معلومات میں اضافہ ہوگا بلکہ خوف خدا اور خوف آخرت بھی دل میں آئے گا۔

مہر کی ادائیگی عورت کا شرعی حق ہے۔ دینا ضروری ہے۔

مہر کے بارے میں ہمارے معاشرے میں معلومات نہ کے برابر ہیں اور جنکو معلوم بھی ہے وہ بھی اس خدائی حکم کی پیروی نہیں کرتے جو انتہائی افسوس ناک اور عاقبت خراب کرنے والی چیز ہے جو لوگ جہیز کے معاملے میں ذرہ برابر رورعایت نہیں کرتے وہی لوگ عورت کا مہر ادھار آگے ادا کرنے کے لئے اٹھا چھوڑتے ہیں انکی بے برکتی کی وجہ سے زوجین میں محبت وانسیت نہیں ہوتی۔ لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا ہے اللہ کے رسول نے فرمایا: عورت سے فائدہ مہر دیکر حاصل کرو برکت ہوگی۔ (الحدیث)

مہر کی ادائیگی شوہر کے ذمہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ترجمہ**: اور عورتوں کے مہر خوشی سے دو پھر اگر اپنے دل سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ لذت حاصل کرتے ہوئے خوش گوار سمجھتے ہوئے۔ (القرآن، سورہ نساء۴، آیت۴)

اس آیت کریمہ میں رب العالمین اپنے بندوں کو یہ حکم دے رہا ہے کہ جب وہ نکاح کرے تو جو مہر مقرر ہوا ہے ضرور ادا کرے جو بیویوں کا واجبی حق ہے اگر کوئی اس حق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے یا مکاری کے ذریعے اس سے بچنے کی صورت نکالنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اللہ کی بارگاہ میں مجرم ہے اور مجرموں کے معاملے میں وہ سریع الحساب اور اشد العقاب ہے۔ مہر نہ دینا یہ اسلام کی تعلیمات کے سخت خلاف ہے یا جھوٹے بہانے بنا کر رکھ چھوڑنا ادھار کر لینا بہت بری بات ہے۔ مہر نکاح ادا کرنا ضروری ہے۔ شوہر کا مہر کو معمولی سمجھنا، اہمیت نہ دینا اور عورت کو سمجھا سمجھا کر ادا نہ کرنے کی نیت رکھنا اتنی سخت بات ہے کہ حدیث پاک میں اس پر سخت لعنت و وعید آئی ہے۔ حدیث نبوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کا کچھ مہر مقرر کر لے پھر یہ نیت رکھے کہ اس کے مہر میں سے کچھ اس کو نہ دے گا یا اس کو پورا نہ دے گا تو وہ ظالم و نا انصاف ہو کر مریگا۔ (بیہقی شریف)

مہر کے مقرر کرتے وقت یہ کہا سنا جاتا ہے کہ مہر کون دیتا ہے اور کون لیتا ہے۔ یہ بات انتہائی نامناسب ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم صریح کی خلاف ورزی ہے ”مہر چونکہ عام طور پر دینے کی نیت ہی نہیں ہوتی لہذا مہر زیادہ رکھا جاتا ہے اور بڑے فخر سے خاندان میں بتایا جاتا ہے کہ ہم نے تو مہر اتنا زیادہ رکھا ہے حالانکہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر خطبہ میں ارشاد فرمایا: کہ مہروں میں زیادتی مت کرو، کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت کی بات ہوتی یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی تو سب سے زیادہ اس کے مستحق رسول خدا ﷺ تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا عورت کا مبارک ہونا یہ بھی ہے کہ اس کے مہر کا دینا اسکے شوہر کے لئے آسان ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاویٰ رضویہ ج ۵، ص ۲۶۸، باب المہر میں اس کی نفیس تحقیق فرمائی ہے۔ یہ عام دستور بنا ہوا ہے کہ عورت جب مرنے لگتی ہے تو اس سے مہر معاف کراتے ہیں حالانکہ مرض الموت میں معافی دیگر ورثہ کی اجازت کے بغیر معتبر نہیں ہے یعنی بیوی نے معاف کر دیا تو ایسی حالت میں وارثین کی اجازت کے بغیر معاف نہیں ہوگا۔ آج مہر کے معاملے کو بہت آسان سمجھا جاتا ہے اسکی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی ہے حالانکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ اگر عورت کو مہر ادا نہیں کیا تو قیامت میں اس کا سخت مواخذہ ہوگا۔ عورت کو یہاں تک حق ہے کہ اگر مہر معجل مقرر کیا گیا ہے تو بغیر مہر وصول کئے عورت اپنے اوپر قابو نہ دے (فائدہ حاصل نہ کرنے دے) تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (اللہ اعلم و رسولہ)

ان تمام معاملے میں خاص کر جہیز کی مانگ کے سلسلے میں واعظین علمائے کرام اہل علم و دانش، سماج کے سبھی دانشور حضرات تحریک چلائیں کم از کم اپنے محلے اپنے علاقے میں کوشش کریں برابر محنت کریں تا کہ اس برائی سے نجات پائی جا سکے۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّن بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ۔(الاعراف ۱۷۳)

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے انکی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی، یا کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کے بعد بچے ہوئے تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا جو اہل باطل نے کیا۔

انبیائے کرام کی بعثت کا بھی یہی مقصد ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے کیے ہوئے وعدے کو یاد دلائیں اور بتائیں کہ تمہیں صرف رب وحدہ کی عبادت کرنی چاہئے ،جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ"(الاعراف ۵۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا،اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

یہی وہ پیغام تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ان کی قوم تک پہونچانے اور عمل کرنے کا حکم دیا تھا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ "(الانبیاء ۲۵)

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تم مجھی کو پوجو۔

" وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ "(الحجر ۹۹)

ترجمہ: اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (۱۱۶)مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ(المائدہ ۱۱۷)

ترجمہ : اور جب اللہ فرمائے گا،اے مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ کے سوا،عرض کرے گا پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہونچتی اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا ہوں جو تیرے علم میں ہے بے شک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر عبادت کا ذکر فرمایا اور انسان کا مقصد تخلیق،عبادت کو بتایا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان کا مقصد تخلیق ہی عبادت ہے تو کیا انسان رہبانیت اختیار کر لے اور اپنے رب کی

عبادت کے لئے تمام رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتے ہوئے عبادت میں مشغول ہوجائے، کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: - اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ انسان اپنے رب کی عبادت کے لئے رہبانیت اختیار کرلے، اور اپنی ساری زندگی جنگلوں اور بیابانوں میں گزارے، کیوں کہ اسلام صرف عقائد کا مذہب نہیں ہے بلکہ آفاقی دین اور مستقل ضابطہ حیات ہے، اسلام میں مرد مومن کا اٹھنے والا ہر قدم عبادت ہوتا ہے، مرد مومن کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، چلنا، پھرنا، سب عبادت میں شمار کیا جاتا ہے، اسی کی جانب اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرماتا ہے:

" قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ "(الانعام ۱۶۲)

ترجمہ : تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے، جو رب سارے جہان کا۔

اس آیت کریمہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان کا جینا مرنا سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہونا چاہئے۔

مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ آج ہم نے عبادت کو چند مخصوص ارکان پر منحصر کر دیا ہے، بلاشبہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ سب اہم عبادات اور ارکان اسلام میں سے ہیں، مگر یہی تمام عبادات نہیں ہیں، بلکہ یہ عبادت کی قسموں میں سے ہیں۔

حق یہ ہے کہ عبادت کا دائرہ انسانی زندگی میں بہت وسیع ہے، اس کی پوری زندگی عبادت میں گزرتی ہے اگر وہ اپنی زندگی رب کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے گزارے۔

حدیث قدسی میں ہے: "عن النبي ﷺ قال: إن الله عزوجل يقول يوم القيامة: ياابن آدم مرضت فلم تعدني! قال يارب كيف أعودك وأنت رب العالمين؟ قال أما علمت أن عبدي فلانا مرض فلم تعده؟ أما علمت أنك لو تعدته لوجدتني عنده؟ ياابن آدم استطعمتك فلم تطعمني! قال يارب كيف أطعمك وأنت رب العالمين؟ قال استطعمك عبدي فلان فلم تطعمه، أماعلمت أنك لو أطعمته لوجدت ذلك عندي؟ يا ابن آدم استسقيتك فلم تسقني قال يارب كيف أسقيك وأنت رب العالمين؟ قال: استسقاك عبدي فلان فلم تسقه، أما إنك لو سقيته لوجدت ذلك عندي "

(رواه مسلم كتاب البر والصلة، باب فضل عيادت المريض)

ترجمہ : نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیگا: اے ابن آدم! میں بیمار پڑا تو نے میری عیادت نہیں کی! وہ شخص کہے گا: اے میرے پروردگار میں تیری کیسے عیادت کرتا حالانکہ تو رب العالمین ہے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اسی کے پاس پاتا، اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا! وہ شخص کہے گا: اے میرے رب میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا، اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا! وہ شخص کہے گا اے میرے پروردگار: میں تجھ کو کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو

تو اس کو میرے پاس پاتا۔

"عن عبد الله بن عمرو و ابی هريرة قالا من مشى في حاجة اخيه المسلم اظله الله بخمسة سبعين الف ملك يدعون له ولم يزل يخوض في الرحمة حتى يفرغ فاذا فرغ كتب الله له حجة وعمرة ومن عاد مريضا اظله الله بخمسة وسبعين الف ملك لايرفع قد مالا كتب له حجة وعمرة ولا يضع قد مالا حطت عنه سيئة ورفع له بهادرجة حتى يقعدمقعده فاذا قعد غمرته الرحمة فلايزال كذالك حتى اذا قيل حيث ينتهي الى منزله" (رواه مسلم كتاب البر والصلة ،باب فضل عيادت المريض)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام کے لئے گیا اللہ تعالیٰ اس کو پچھتر ہزار فرشتوں کے سایہ میں رکھتا ہے وہ اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور جب تک وہ اس کام سے فارغ نہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے حج اور عمرہ کا ثواب لکھ دیتا ہے، اور جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے اللہ تعالیٰ اس کو پچھتر ہزار فرشتوں کے سایہ میں رکھتا ہے اور جب وہ قدم اٹھاتا ہے تو اس کے لئے حج اور عمرہ لکھ دیا جاتا ہے اور جب وہ قدم رکھتا ہے تو اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ مریض کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو گھر واپس جانے تک اس کو رحمت ڈھانپے رکھتی ہے۔

ان آیات کریمہ اور احادیث نبویہ ﷺ سے ثابت ہوا کہ اسلام میں عبادت کا اطلاق صرف ایسے بعض مخصوص ارکان پر نہیں ہوتا ہے جسے انگلیوں پر شمار کر لیا جائے، بلکہ انسان کی زندگی کا ہر لمحہ عبادت ہوتی ہے، جبکہ اسے خلوص نیت کے ساتھ کرے، کیوں کہ بغیر اخلاص کے ہمارا کوئی بھی عمل بارگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱) "وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ" (سورہ البینہ۔ ۵)

ترجمہ: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں، نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر۔

(۲) "قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ" (الاعراف ۲۹)

ترجمہ: تم فرماؤ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے منہ سیدھے کرو ہر نماز کے وقت اور اس کی عبادت کرو نرے اس کے بندے ہو کر جیسے اس نے تمہیں آغاز کیا ویسے پلٹو گے۔

(۳) "هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ" (یونس ۲۲)

ترجمہ: وہی ہے کہ تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہو اور وہ اچھی ہوا سے انہیں لے کر چلیں اور اس پر خوش ہوئے، ان پر آندھی کا جھونکا آیا اور ہر طرف لہروں نے آلیا اور سمجھ لیا کہ ہم گھر گئے اس وقت اللہ کو پکارتے ہیں نرے (خالص)

اس کے بندے ہوکر کہ اگر تو اس سے ہمیں بچالے گا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے۔

(٤) "قُلِ اللّٰهَ أَعْبُدُ مُخْلِصاً لَّهٗ دِيْنِي" (الزمر ۱۴)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اللہ ہی کو پوجتا ہوں نرا اس کا بندہ ہوکر۔

اسی طرف اللہ کے رسول ﷺ نے اشارہ فرمایا:

"انما الاعمال باالنیات وانما لکل امرءٍ مانوی"

(رواہ البخاری ج ۱)

ترجمہ: بیشک عمل کا دارومدار نیت پر ہے، بے شک ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔

﴿ادا کرنے کے اعتبار سے عبادت کی چار قسمیں ہیں﴾

(۱) قلبیہ (۲) بدنیہ (۳) مالیہ (۴) بدنیہ مالیہ

(۱) عبادت قلبیہ جیسے: رب قدیر کی وحدانیت کا صدق دل سے تصدیق کرنا، اپنے قلب کو پاک وصاف رکھنا، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب۔ جسم کے اندر ایک ایسا ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح رہے تو سارا جسم صحیح رہتا ہے، اگر اس میں خرابی آجائے تو سارا جسم خراب ہوجاتا ہے، سنو وہ دل ہے۔

(۲) عبادت بدنیہ جیسے نماز، روزہ۔

(۳) عبادت مالیہ جیسے زکوٰۃ، صدقات وخیرات۔

(۴) عبادت مالیہ وبدنیہ جیسے حج، جہاد۔

﴿عبادت کے فضائل﴾

اسلام میں عبادت اس لئے مشروع نہیں ہوئی کہ لوگوں پر تنگی کی جائے یا انہیں حرج میں مبتلا کیا جائے، بلکہ مقصد خاص اور مصالح کثیرہ کے تحت مشروع ہوئی، چنانچہ اگر آپ اسلامی نظام عبادت کے اہم رکن نماز کا ہی جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اسمیں کتنی حکمتیں مضمر ہیں۔

نماز ایک ایسی عبادت ہے جس کے قائم کرنے والے کو برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ" (العنکبوت ۴۵)

ترجمہ: بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے۔

نماز باطنی آلودگی کو پاک صاف کرتی ہے اور گناہوں کو مٹاتی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أرأيتم لو أن نهرا بباب احدكم يغتسل منه كل يوم خمس مرات فهل يبقى على بدنه من درنه شيء؟ قالوا لا قال كذالك مثل الصلوة الخمس يمحوا الله بهن الخطايا۔ (رواہ بخاری)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا، صحابہ کرام نے عرض کیا نہیں یا رسول ﷺ، آپ نے فرمایا پانچوں نمازوں کی مثال اسی طرح ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے گناہوں کو مٹاتا ہے۔

نماز رب کی رضا پانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے، حدیث قدسی میں ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وماتقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیه ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه (رواہ البخاری)

مفہوم حدیث : بندہ فرائض کے ادا کرنے کی وجہ سے میرا محبوب ہو جاتا ہے، اور نوافل کے ذریعے مجھ سے قریب سے قریب تر ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کی تفسیر میں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ، فرائض کا ادا کرنا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اعمال ہے۔

اسی معنی میں ایک اور حدیث ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بندہ نماز کی حالت میں اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔

نماز صرف عبادت روحانیہ ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ یہ ظاہری اعضا کی پاکیزگی اور صفائی و ستھرائی کا خاص خیال رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ نے نماز کی قبولیت کے لئے نمازی کا بدن، کپڑے اور جگہ کی طہارت کو شرط قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا" (المائدہ ۶)

ترجمہ : اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منھ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو۔

(کنز الایمان)

روزہ

اسی طریقے سے روزہ بندہ کو تقویٰ پر ابھارتا ہے اور اس پر مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" (البقرہ ۱۸۳)

ترجمہ : اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔ (کنز الایمان)

یعنی اللہ تعالیٰ نے امم سابقہ کی طرح اہل ایمان پر روزے اس لئے فرض کئے تاکہ وہ متقی اور پرہیزگار بنیں، اور اللہ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کردیں، کیوں کہ جس طرح رمضان کے مہینے میں بحالت روزہ سخت بھوک کے باوجود کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا، اسی طرح سال کے باقی مہینے میں بھی حرام و حلال کا فرق باقی رکھے، اور اپنے پیٹ میں حرام کا ایک لقمہ بھی نہ جانے دے، اس تربیتی مشق سے معاشرتی اعتبار سے یہ فائدہ ہوگا کہ آج جو معاشرے میں رشوت کی وبا پھیلی ہوئی ہے، اس سے ختم ہو جائے گی۔

زکوٰۃ

یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ اسلام میں مادی اور روحانی نظام کے تقاضے باہم متعارض نہیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ نماز کے حکم کے ساتھ ساتھ کئی مقامات پر ایتائے زکوٰۃ کا حکم ہوا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" (البقرہ ۲۷۷)

ترجمہ : بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا نیگ ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔ (کنز الایمان)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تنگ دست اور مفلوک الحال لوگوں کو ان کی ضروریات زندگی مہیا کرنا ہی عبادت ہے، کیوں کہ تمھارے مال میں بھی اس کا حق ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''وَفِیْ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ''(الذاریات ۱۹)

ترجمہ: اور ان کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا۔

(کنزالایمان)

اب اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے حج کو دیکھیں کہ اس میں کون سی حکمت مضمر ہے۔

حج

حج عرف عام میں تو خانہ کعبہ کے طواف اور صفاومروہ کے درمیان سعی کرنے سے عبارت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:'' ولیطوفوا بالبیت العتیق ''اور اس آزاد گھر کا طواف کریں، لیکن اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حج ایک ایسی عبادت ہے جہاں سب لوگ جمع ہو کر اخوت ومساوات کے عمل کو فروغ دیتے ہیں، شاہ وگدا، امیر وغریب، سب ایک لباس میں ایک انداز میں ایک چھت کے نیچے رب کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں، گویا حج، اخوت ومساوات کے عمل کو فروغ دینے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں عبادت میں خلوص نیت کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

☆

منقبت درشان امام اہل سنت

از:- مفتی احمد میاں حافظ برکاتی، حیدرآباد سندھ، پاکستان

آپ کا عرفاں دوبالا سیدی احمد رضا
آپ کا فرمان بالا سیدی احمد رضا
آپ نے ہم کو سنبھالا سیدی احمد رضا
آپ کا ہے بول بالا سیدی احمد رضا
ذہن و دل، فکر و نظر، روشن سے روشن ہوگئے
آپ نے کیسا اجالا سیدی احمد رضا
آپ کے نوری قلم نے وہ سیاہی پھیر دی
دشمنوں کا منھ ہے کالا سیدی احمد رضا
آپ کی علمی جلالت دشمنوں پہ چھا گئی
لگ گیا ہے منھ پہ تالا سیدی احمد رضا
آپ نے عشق نبی کا وہ پڑھایا ہے سبق
ہو گیا ایماں ہمالہ سیدی احمد رضا
ہاں یہی چشم و چراغ محفل برکات ہیں
اس طرح ہے ذات بالا سیدی احمد رضا
کل جہاں کہنے لگا ہے اعلیٰ حضرت آپ کو
یوں کیا آقا نے اعلیٰ سیدی احمد رضا
قادری ہوں، سہروردی، نقشبندی، چشتیہ
ہر زباں پر قول بالا سیدی احمد رضا
ہے یہ فیض حضرت مفتی خلیل قادری
مل گیا ہے باب والا سیدی احمد رضا
ان کو حافظ کیا کہے جو شکل مرشد بن گئے
خود عیاں ہے شان والا سیدی احمد رضا

مدارس اسلامیہ کا قیام اور امام احمد رضا

از:- مولانا غلام مصطفی رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

انقلابی فکر ونظر کے اجرا میں مدارس کا کردار نمایاں رہا ہے۔اس کی مثالیں کم نہیں۔مسلمانوں کے علمی مراکز بغداد،کوفہ، بخارا، دمشق،طلیطلہ،قاہرہ،غرناطہ،دہلی اور اندلس کی تاریخ گواہ ہے کہ ان مقامات کی درس گاہوں میں زانوئے تلمذتہ کرنے والوں نے حدیث وتفسیر کے ساتھ ساتھ سائنس و فلسفہ، ہیئت و جغرافیہ، معاشیات وسیاسیات اور دیگر فنون میں نئے آفاق تلاش کیے اور علوم جدیدہ میں ایجادات واختراعات کے ذریعے دنیا کو علم کا ایک نیا تصور دیا اور ذہن کی گرہوں کو کھول کر حق کی راہ کی سمت راہ نمائی کی۔امام احمد رضا محدث بریلوی (م ۱۹۲۱ء) جن کی دینی وعلمی بصیرت اپنے زمانے سے آگے دیکھا کرتی تھی،مدارس کی اہمیت کے باب میں تحریر فرماتے ہیں:

"عظیم الشان مدارس کھولے جائیں باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔"

صالح وعلمی اور فکری انقلاب درس گاہوں سے رونما ہوا۔مدارس اسلامیہ نے دین کے دعوتی، علمی، اخلاقی اور اعتقادی و معاشرتی پیغام کو عام کیا۔العلماء ورثة الانبیاء (علما انبیا کے وارث ہیں) کے مطابق انبیائے کرام کے مشن کو پہنچایا۔آج دین کی جو بہاریں نظر آرہی ہیں وہ مدارس کی ہی دین ہے،جہاں سے ہر شعبہ ہائے حیات میں رہ نمائی وقیادت کرنے والے علما پیدا ہوئے۔ اشاعت علم دین اور فروغ حق کے لیے مدرسوں کا قیام ناگزیر ہے۔

امام احمد رضا نے خود بھی مدارس کے قیام پر توجہ دی اور اس وقت جب کہ دہلی میں مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور انگریز نے اپنے قبضہ وتسلط کے بعد مدارس کو مفلوک الحال بنا ڈالا تھا نیز مدارس کے لیے مسلم سلاطین کی عطا کردہ جاے دادوں کو چھین لیا تھا آپ نے بریلی میں ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں دارالعلوم منظر اسلام قائم کیا جسے برصغیر میں مسلمانوں کی دینی تعلیمی ترقی کے دوسرے دور کی بنیاد قرار دیا جاسکتا ہے۔اس درس گاہ نے باقاعدہ اسلامی علوم کے سلسلے کو آگے بڑھایا۔اور ایسے نادر روزگار علما تیار ہوئے جن کی انقلابی خدمات کی دھمک اب بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔اور جنھوں نے پورے برصغیر میں ہزاروں مدارس قائم کر کے انگریز کے اسلام دشمن مشن کا علمی وعملی جواب دیا۔

آپ کے تلامذہ وخلفا نے مدارس اسلامیہ کا جال بچھا دیا۔جن کی تصنیفی، تفسیری، فقہی، سیاسی، تعلیمی اور محدثانہ خدمات سے تاریخ ہند کے صفحات جگمگا رہے ہیں۔ہند کی فضا میں تعلیمی سطح پر کئی تحریکیں ابھریں لیکن یہ بھی ضابطے کی بات ہے کہ جب بنیاد ہی کمزور ہو تو عمارت بھی ناقص وکمزور ہوگی۔یوں ہی ببول سے گلاب کا حصول محال ہے۔جو تحریکات نمودار ہوئیں ان کے عقائد ومقاصد درست نہیں تھے۔مثلاً تحریک سرسید کو ہی دیکھتے ہیں،موصوف نے معاصر علوم کی درس گاہ قائم کی جہاں سے دانش ور تو ضرور نکلے لیکن وہ

دینی قیادت کے اہل افراد قوم کو نہ دے سکے، اور ایسے فارغین انگریزی تمدن وتہذیب کے حملوں سے قوم کو کیسے بچا پاتے جب کہ وہ خود کچھ اسی طرح کے ماحول کے پروردہ تھے۔ایسی تحریکیں بھی وجود میں آئیں جو بظاہر اسلام کے فروغ کے لیے تھیں لیکن در پردہ ایسی جماعت کی تیاری کا فسانہ سامنے آیا جس کا مقصد حق وباطل کے فرق کو اٹھا دینا تھا، جن لوگوں نے اہانت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارتکاب کیا تھا اور وہ تائب بھی نہیں ہوئے تھے ان سے مل کر اس تحریک کو آگے بڑھایا گیا۔ان کے زیر اثر ملت کے لیے قابل اور عشق رسول کے جوہر سے مالا مال افراد تیار نہ ہو سکے۔ اس طرح کی تحریکات کی امام احمد رضا نے سختی سے تردید فرمائی اور عقیدہ وایمان کی سلامتی کو فائق رکھا۔ اسی طرح دہریت ونیچریت کی تحریک کا آغاز وارتقا بھی ہو چکا تھا اس کے ابطال وتردید میں آپ کی خدمات بے مثل ہیں، ایک مقام پر دہریت ونیچریت کے سد باب میں علم دین کی اشاعت کے رخ پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''جب تک یہ (بے سود وتضییع اوقات تعلیمیں) نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم وتکمیل عقائد حقہ وعلوم صادقہ کی طرف باگیں نہ موڑی جائیں دہریت ونیچریت کی بیخ کنی ناممکن ہے۔''

آپ اس فکر افزا نکتے میں باطل تحریکات کے سد باب کے لیے علم دین کی اہمیت واضح کر رہے ہیں۔ امام احمد رضا کے نزدیک اشاعت علم دین اہم تھی جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے: ''دین متین علم دین کے دامن سے وابستہ ہے۔'' اور اس علم کی اشاعت کے لیے تعمیری فکر کے حامل مدارس کا قیام ضروری ہے۔

نظام تعلیم میں نصاب کا کردار کلیدی ہوتا ہے نیز نصاب کی تدریس بھی اہمیت رکھتی ہے۔امام احمد رضا ایک ماہر تعلیم تھے۔آپ نے جہاں مدارس کے قیام کی ضرورت کو اجاگر کیا وہیں باقاعدہ تعلیمی نظام پر بھی زور دیا تا کہ جو ٹیم تیار ہو کر نکلے وہ اپنے علم اور فن کے اعتبار سے پختہ ہو ساتھ ہی تعمیری مزاج کی حامل بھی، اور اس کا اندازہ بھی خوب ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کے تلامذہ میں ہر ایک کسی نہ کسی شعبے کا ماہر اور یگانہ تھا۔

کوئی صدر الافاضل ہے کوئی صدر الشریعہ ہے
یہ سارا فیض ہے کس کا امام احمد رضا خاں کا

آپ ایک ماہر تعلیم بھی تھے۔آپ کے صالح تعلیمی افکار میں عشق نبوی کی خوشبو رچی بسی دکھائی دیتی ہے جس کی عہد رواں میں زیادہ ضرورت ہے۔اور اس سے دہر میں اجالا بھی ہوگا۔آپ کے معاصر اقبال نے ایک صدی ہوئی سچ ہی کہا تھا۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

مفسر اعظم ہند اور منظر اسلام

از-مولانا مفتی الحاج صوفی محمد صابر القادری فیضی، پرنسپل مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمٰن گنج ضلع بارہ بنکی

گردشِ ایام سے افقِ کائنات پر کچھ ایسی مایۂ ناز اور یکتائے روزگار شخصیتیں جلوہ بار ہوئی ہیں جنکے علمی و فکری اور عملی کارنامے تاریخ انسانیت کے لئے اصول و رہنما اور آنے والی ذاتوں کے لئے لائقِ فخر اور قابلِ تقلید ثابت ہوتے ہیں۔ جنکی فقاہت و دیانت حق گوئی و بے باکی، بالغ نظری، اصابت فکری اور محققانہ صلاحیت جیسی تمام خصوصیات ایک عالم کو درخشاں و تابندہ کئے رہتی ہیں۔

ایسی ہی ہستیوں میں شہسوار میدان علم و فضل کشور فقہ و حدیث کے نیر درخشاں معقولات و منقولات کے بحر ذخار نابغۂ روزگار وحید العصر نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں المعروف بہ جیلانی میاں قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں جنہوں نے علمی و عملی فیضان سے اپنے دور میں مسلک اہل سنت و جماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کو دوبارہ زندگی بخشی۔ جو خاص انہیں کا حصہ تھا۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ کو بریلی شریف میں ہوئی۔ چونکہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ والرضوان میں آپ پہلی اولاد نرینہ تھے۔ حامد منی وانا من حامد کے آپ پہلا پودھا تھے۔ جو آگے چل کر تناور بار آور شجر کی شکل میں منتقل ہونے والا تھا۔ اس لئے آپ کی پیدائش کی بے حد خوشی نہ صرف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ یا آپکے والدین کریمین کو ہی ہوئی بلکہ سارے متوسلین رضویہ انتہائی شاداں و فرحاں تھے۔ آپکی پیدائش مبارک پر جملہ اساتذہ و طلبۂ دارالعلوم کی ضیافت کا نہایت اعلیٰ انتظام خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا اور اس مبارک موقع پر استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا بریلوی نے جو اشعار کہے انہیں میں ایک مصرع یہ بھی تھا۔ ع

"علم و عمر اقبال و طالع دے خدا"

یہ مصرعہ برمحل اور برجستہ تھا کہ اسی اعداد ابجد سے آپکی تاریخ پیدائش نکل آئی۔

آپ کو خانوادۂ اعلیٰ حضرت میں یہ نمایاں خصوصیت حاصل ہے کہ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ بروز چہارشنبہ آپکی بسم اللہ خوانی کرائی اور اسی وقت بیعت و خلافت و اجازت سے بھی سرفراز فرمایا اور آپکے حق میں ارشاد فرمایا کہ

"میرا یہ پوتا میری زبان ہوگا"

آپکی ابتدائی تعلیم حصار علوم و فنون میں والدۂ مکرمہ اور جدۂ محترمہ کی نگرانی میں ہوئی اور ۷ رسال کی عمر شریف میں دارالعلوم منظر اسلام میں داخل کردئے گئے۔ دارالعلوم کے ممتاز اساتذۂ کرام اور محدثین عظام کے زیر سایہ آپکی تعلیمی و تہذیبی تربیت ہوتی رہی۔ اور آپ روز بروز پروان چڑھتے رہے۔ عین اسی دوران جبکہ آپ

مروجہ علوم وفنون کے حصول میں مصروف تھے ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں آپ کے جد کریم لطف عمیم مجدد اعظم امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کا سایہ کرم ظاہری طور پر آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ پھر تقریباً ۱۹ رسال کی عمر شریف میں حضور حجۃ الاسلام، حضور ملک العلماء بہاری، حضور مجاہد ملت اڑیسوی، استاذ الاساتذہ مولانا رحم الٰہی منگلوری، حضرت علامہ مولانا احسان علی صاحب محدث بہاری، ابوالمعالی حضرت مولانا ابرار حسین تلہری، علیہم الرحمہ کی موجودگی میں ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء کے جلسۂ دستار فضیلت کے پر بہار موقع پر آپ کے سر پر دستار فضیلت رکھی گئی۔ اسی مبارک گھڑی میں علمائے ربانیین اور مشائخ عظام کی موجودگی میں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپکو خصوصی طور پر اپنی نیابت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ ۲۲ رسال کی عمر شریف میں بتاریخ ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء کو آپکی باضابطہ شادی ور خصتی ہوئی۔

یاد رہے کہ آپ کی جہاں اور بہت ساری خصوصیتیں ہیں وہیں آپکی یہ بھی خصوصیت ہے کہ عالم صغرسنی ہی میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے آپکا نکاح اپنے دوسرے صاحبزادہ اقبال، ولی کامل حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بڑی صاحبزادی کے ساتھ دونوں صاحبزادگان کی موجودگی میں طے کردیا تھا۔

فراغت علمی اور شادی کے بعد والد بزرگوار اور عم باوقار علیہما الرحمۃ والرضوان کی موجودگی میں آپکی توجہ منظر اسلام کے اہتمام وانتظام کی طرف نہیں ہوئی۔ بلکہ بیشتر وقت دعوتی وتبلیغی سیر وسیاحت اور باقی ماندہ آبائی جاگیر کی دیکھ بھال میں صرف ہوتا۔ ہاں جب بھی بریلی شریف میں قیام ہوتا تو دارالعلوم میں تشریف لے جاتے۔ تفاسیر واحادیث کی سماعت فرماتے اور اساتذۂ کرام کے ساتھ علمی مذاق کا دور چلتا۔ چونکہ حضور حجۃ الاسلام نے اپنے دور اہتمام ہی میں اپنے داماد حضرت علامہ مفتی تقدس علی خان صاحب کو اپنا نائب نامزد کردیا تھا۔ جب ۱۳۶۲ھ میں حضور حجۃ الاسلام کا وصال ہوگیا تو حضرت کے وصال پر ملال کے بعد آپ دارالعلوم منظر اسلام کے مہتمم وناظم ہوگئے۔ دارالعلوم اپنی سابقہ آن بان کے ساتھ چلتا رہا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ ہندوستان آزاد ہو چکا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد ہندوستان تقسیم ہوگیا۔ پھر تقسیم ہند کے بعد برصغیر میں جو افراتفری مچی اسکی تباہی وبربادی سے کون انکار کرسکتا ہے۔ اسکا اثر نہ صرف منظر اسلام ہی پر پڑا بلکہ دیگر مدارس دینیہ بھی بیحد متاثر ہوئے۔ اسی دوران حضرت نے ترک وطن کا ارادہ فرمالیا۔ اور نقل وطن کرکے مغربی پاکستان چلے گئے۔ انتہائی جلد بازی میں دارالعلوم کا اہتمام اور دفتر کا چارج فیاض نامی ایک شخص کو دے دیا۔ جس نے حکومتی اہلکاروں سے مل کر دارالعلوم کا اہتمام باضابطہ طور پر اپنے نام رجسٹرڈ کرالیا۔ اس کے بعد دارالعلوم کی مجلس مشاورت کے افراد سے یکسر بے نیاز ولا پرواہ ہوکر ڈکٹیٹرشپ چلانا شروع کردی۔ دارالعلوم کی پونجی کو بڑی فیاضی کے ساتھ خرد برد کرنے لگا۔ فیاض کے اس طرز نظامت سے جہاں ایک طرف حضور حجۃ الاسلام کے مریدین اور متوسلین رضویہ کو روحانی تکلیف پہنچی وہیں دارالعلوم کے مخلص اور خیر خواہ مدرسین کو بھی اذیت ہوئی۔ الغرض دارالعلوم کا نااہلوں کے ہاتھ چلے جانے کے بعد جو حال ہوتا ہے وہی حال دارالعلوم منظر اسلام کا بھی ہوا۔ کہ چند ہی مہینوں میں دارالعلوم کے تمام شعبے بعد خزاں کے نذر ہوگئے۔ دارالعلوم کے لائق وفائق اساتذۂ کرام مستعفی ہوکر دیگر

مدارسِ عربیہ میں منتقل ہو گئے۔ طلبہ وملازمین بھی دوسرے پناہ گاہوں کی طرف رواں دواں ہو گئے۔ جلسۂ دستارِ فضیلت کا روح پرور منظر اور عرس رضوی کا روحانی سماں جو ہمیشہ متوسلین رضویہ اور عام زائرین کو دعوتِ نظارہ دیتا اور فیضیاب کرتا تھا۔ نااہلوں کے انتظام کی وجہ سے محدود سے محدود تر ہوتا چلا گیا۔ جس دارالعلوم کے مبتدی و متوسط طلبہ پر علمائے متبحرین ناز کیا کرتے تھے۔ اور منتہی طلبہ پر علمائے ذیشان اور مفتیانِ عظام فخر کیا کرتے تھے۔ اب اسی دارالعلوم میں درجۂ حفظ وقرأت اور کافیہ قدوری تک تعلیم رہی رہ گئی تھی۔ بہر حال دارالعلوم کی تعلیمی وانتظامی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی تو جہاں ایک طرف احباب ومخلصین اور متوسلین رضویہ مفسر اعظم کی بارگاہ میں فریاد کناں ہوئے وہیں دارالعلوم بھی صحیح پناہ کی تلاش کرتا ہوا فریاد کرتا ہوا حضور مفسر اعظم ہند کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضور مفسر اعظم ہند نے اسے کمال محبت سے اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور متوسلین رضویہ اور احباب و مخلصین کو تسلی دی۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ آپ کے آباؤ اجداد کا لگایا ہوا شجر بار آور، اسلام کا شاداب گلزار ہے، یادگار اعلیٰ حضرت ہے۔ جس کو حضور اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی، استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی، حضور حجۃ الاسلام، مفتی تقدس علی خان صاحب علیہم الرحمۃ و الرضوان نے اپنے خون دل سے سینچا تھا۔ چنانچہ آپ نے فیاض کے خلاف کاروائی کا حکم دیا۔ ہوتے ہوتے معاملہ قانونی چارہ جوئی تک پہونچا۔ فیاض کے خلاف قانونی کاروائی کرنے والے حامدی ورضوی مخلصین نے حضور مفسر اعظم ہند کے نام کو آگے کر دیا۔ گویا فیاض کے خلاف یہ مقدمہ دارالعلوم کے اصل حقدار اور دیگر آراضیات ومکانات کے جائز متولی کی طرف سے دائر ہوا۔ اور بفیضان حضور اعلیٰ حضرت چند ہی تاریخوں میں فیصلہ حضور مفسر اعظم ہند کے حق میں ہو گیا اور فیاض کو دارالعلوم چھوڑنا پڑا۔ وہ دارالعلوم جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کی اشکبار آنکھوں سے ٹپکا تھا اور تھوڑی ہی مدت میں اپنی درخشانیوں سے ہندوستان کے ظلم وجہل کو روشن ومنور کرتا ہوا دنیائے سنیت کو زندگی بخشتا ہوا روئے زمین پر آ گیا تھا۔ زبان رضا (مفسر اعظم ہند) نے اسے لوریاں سنائیں اسے آنکھوں سے لگایا اور اسکی جدید شیرازہ بندی کے لئے اپنے شب وروز صبح وشام اور سفر وحضر کو ایک کر ڈالا۔

آپ کی خواہش تھی کہ وہ دارالعلوم جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کو حضور پرنور شافع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور ایک سید زادے کی نالش سے بچانے والا اور انعام بیکراں دلانے والا ہے۔ وہ پھر سے اپنی سابقہ روایات کے ساتھ زندہ و پائندہ ہو جائے۔ اسکی بنیادیں اس قدر مضبوط و مستحکم ہو جائیں کہ پھر کسی نااہل کی نااہلیت کا شکار نہ ہونے پائے۔ چنانچہ سب سے پہلے آپنے اسکے دفتری نظام کو ٹھیک کیا اس کے لئے دو دو تین تین منشیوں اور کلرکوں کا تقرر کیا۔ اسکے بعد منتہی تجربہ کار اور لائق و فائق اساتذہ کی طرف دھیان دیا۔ بعض نئے اور پرانے اساتذہ میں سے استاذ العلماء محدث بہاری حضرت مولانا احسان علی صاحب فیض پوری کو انوارالعلوم دامودر پور سے دوبارہ بلا کر منصب محدثیت پر فائز کیا۔ پھر جب دارالعلوم میں ان کہنہ مشق جید اساتذۂ کرام کے زیر سایہ درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو اطراف واکناف اور دور دراز کے باذوق طلباء خود بخود دارالعلوم کی جانب کشاں کشاں آنا شروع ہو گئے۔ جب دارالعلوم میں درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کا معاملہ

اطمینان بخش ہو گیا تو آپ نے شعبۂ مالیات کی طرف توجہ دینا شروع کی۔

دارالعلوم کے شعبۂ مالیات کو مضبوط بنانے کے لئے حضور مفسر اعظم ہند نے کئی راستے نکالے۔ مثلاً ملک گیر تبلیغی واصلاحی دورہ جس میں آپ نے دارالعلوم کے مقاصد قیام اور اسکی نشاۃ ثانیہ کو عامۃ المسلمین کے سامنے رکھا۔ انکے خوابیدہ ضمیروں کو جھنجھوڑتے ہوئے انہیں دارالعلوم کے تعاون کے لئے آمادہ کیا۔ تصحیح عقائد اور اعمال کی اصلاح پر مشتمل مضامین کی اشاعت رسالوں اور کتابچوں کی شکل میں کی تاکہ اسکا کل منافع دارالعلوم کے شعبۂ مالیات میں جائے۔ اسکا طریقۂ کار یہ تھا کہ ہزاروں کی تعداد میں کتابچوں کی اشاعت ہوتی جسے آپ اپنے مخیر وشتدین مریدوں اور متوسلین رضویہ میں سو دو سو کی تعداد میں دے دیتے اور وہ حضرات کتابچوں کو فروخت کر کے یا مفت تقسیم کر کے اسکی کل قیمت بواسطہ حضور مفسر اعظم ہند دارالعلوم کی تحویل میں جمع کرا دیتے تھے۔ مسلمانوں کا نادار و پسماندہ طبقہ جو اپنی غربت کی وجہ سے اپنے ماحول میں جلسہ جلوس کا اہتمام نہیں کر پاتا تھا۔ وہاں ذاتی مصارف سے جلسۂ دینی کا اہتمام و انتظام کیا جس میں بجائے نذرانے والے مقررین کے خود تقریر فرماتے۔ یا اپنے شاگردوں کو تقاریر کا حکم دیتے۔ اس طرح وہ پر خلوص جلسے نہایت کامیاب ہوتے اور غریب و نادار اپنی خوشی سے جو رقم اکٹھی کرتے اسے آپکے ذریعے دارالعلوم کی نذر کر دیا کرتے تھے۔ لاؤڈ اسپیکر، دری اور ٹیپ ریکارڈ وغیرہ کا خصوصی انتظام کیا کہ جن بستیوں اور آبادیوں میں کم مسلمان ہیں وہاں جا کر محافل میلاد شریف مجالس درود خوانی اور چھوٹے موٹے جلسے کا اہتمام کریں اور انجانے لوگوں کو دین حق اور مذہب اہل سنت سے قریب کر سکیں۔ یہ سب پروگرام اپنے اپنے نتائج کے اعتبار سے بے حد کامیاب ہوئے۔ لوگ خوش دلی سے دارالعلوم کی ماہانہ وسالانہ ممبری قبول کرنے کے لئے خود پیش قدمی کرتے جس سے دارالعلوم کی مستقل آمدنی میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔

ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا اجراء بھی دارالعلوم کے مفاد میں ہوا کہ اس کے ذریعے عوام وخواص مسلمانوں کو دارالعلوم کے احوال و کیفیات کا پتہ چلتا رہے اور دارالعلوم کی آمد وخرچ سے عامۃ المسلمین آگاہ ہوتے رہیں۔ تعویذ نویسی کی طرف حضور مفسر اعظم ہند کا میلان بہت کم رہا لیکن عوامی مطالبات کے پیش نظر اس کام کے لئے اپنے کسی مرید یا شاگرد کو ساتھ رکھتے مگر انہیں تاکید ہوتی تھی کہ کسی حاجت مند سے روپیہ پیسہ کا مطالبہ ہرگز نہ کیا جائے۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے دیں تو اسے دارالعلوم کے لئے قبول کر لیا جائے۔ لہٰذا دعا تعویذ کے ذریعہ جو فتوحات ہوتیں وہ بھی دارالعلوم کے شعبۂ مالیات میں جمع کر دی جاتیں۔ سفراء اور محصلین چندہ کی بھی آپ نے تقرری فرمائی۔ سفراء میں زیادہ تر فارغ التحصیل علماء ہوتے۔ جو اپنی تقریروں کے ذریعہ دین حق کی اشاعت بھی کرتے۔ اور حسب موقع دارالعلوم کے لئے امدادی رقوم بھی جمع فرماتے۔ اکثر سفراء و محصلین کی تنخواہیں مقرر ہوتیں۔ موسم خیر کے علاوہ عام دنوں میں بھی ملک کے مختلف علاقوں اور صوبہ جات سے بذریعہ منی آرڈر امدادی رقوم دارالعلوم کے دفتر میں آتی رہتی تھیں۔ چونکہ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کے بعد اب تک دارالعلوم میں دستار فضیلت کا جلسہ نہیں ہو سکا تھا۔ البتہ حفاظ و قراء کی دستار بندیاں ہوتی رہیں۔ اب جب کہ دارالعلوم کی آمدنی معمول پر آ گئی تو حضور مفسر

اعظم ہند کی دلی خواہش ہوئی کہ دارالعلوم میں ماضی کے ایام لوٹ آئیں اور دستار فضیلت کا وہی پرکیف منظر پھر اہل سنت وجماعت کو دعوت نظارہ دینے لگے۔ چنانچہ آپنے دورۂ حدیث کی طرف توجہ فرمائی۔ حضرت مولانا احسان علی علیہ الرحمہ کے علاوہ خود مستقل طور پر دارالحدیث میں بیٹھنے لگے، مسلم شریف، ابن ماجہ اور ترمذی شریف دورۂ حدیث والوں کو پڑھاتے۔ جبکہ محدث بہاری بخاری شریف، ابوداؤد شریف اور نسائی شریف' کا دورہ کراتے۔ نظام الاسباق میں ردوبدل بھی ہوتا۔ لیکن جو بھی کتابیں آپکے زیر درس آتیں انتہائی خندہ پیشانی اور انشراح قلب کے ساتھ پڑھاتے۔ سال بھر کوشش کرنے کے بعد فارغ التحصیل ہونے والوں کی ایک جماعت تیار ہوگئی۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس مبارک کے موقع پر نہایت شان وشوکت کیساتھ جلسۂ دستار فضیلت کا بھی انعقاد ہوا۔ اس کے بعد ہر سال علماء اور حفاظ وقراء کی دستار بندی پابندی کے ساتھ ہونے لگی۔

فارغ التحصیل ہونے والے علمائے کرام کا کئی کئی دنوں تک امتحان لیا جاتا اور اچھے نمبرات حاصل کرنے پر انہیں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کی گراں قدر تصانیف انعام میں دی جاتیں۔ اعلیٰ قسم کے جبہ ودستار سے نوازا جاتا۔ ممتحین حضرات میں کبھی حضور محدث اعظم ہند کبھی امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی کبھی فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی اجمل حسین سنبھلی کبھی حضور مجاہد ملت اور کبھی مولانا حافظ مصلح الدین علیہم الرحمہ وغیرہم تشریف لاتے۔ اس طرح زریں عہد ماضی کی یادیں تازہ ہونے لگیں۔ بے چین دلوں کو قرار آنے لگا۔ جو لوگ کل تک دارالعلوم کی شکایت کرتے تھے وہی لوگ مداحوں اور معاونین میں شامل ہوگئے۔ ان دنوں حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا مستقل قیام خواجہ قطب میں تھا۔ جو دارالعلوم سے تقریباً ایک فرلانگ کی دوری پر واقع ہے۔ حضرت موصوف روزانہ نماز فجر کے بعد اوراد ووظائف میں مصروف رہتے۔ چند منٹوں کے لئے اندرون خانہ تشریف لے جاتے تھے۔ پھر واپس آکر دالان عام میں رونق افروز ہوتے جہاں باہر سے آئے ہوئے مہمان اور شہر کے خصوصی حضرات آپ سے ملاقات کرتے۔ حضرت انہیں لوگوں سے مصروف گفتگو رہتے۔ دریں اثناء حویلی سے چائے ناشتہ آجاتا پھر چائے نوشی کے بعد عمامہ وعبا وغیرہ زیب تن فرماتے۔ بائیں ہاتھ میں عصا اور دائیں ہاتھ میں قدرے بڑے دانوں کی تسبیح کے ساتھ پیدل مکان سے روانہ ہوتے۔ خواجہ قطب سے دارالعلوم تک اپنے پرائے مسلم غیر مسلم جو بھی راستے میں سامنے آجاتا وہ آپکے قدموں کو چومتا۔ بعض لوگ مصافحہ کے بعد دست بوسی بھی کرتے۔ آپ سب کے لئے انکے حسب حال دعا فرماتے۔ اور آہستہ آہستہ درود اسم اعظم پڑھتے ہوئے سوداگری محلّہ میں داخل ہوتے۔ سب سے پہلے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ نہایت اخلاص وزاری کے ساتھ فاتحہ پڑھتے۔ اندرون روضۂ عالیہ عموماً آپ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے پائتیں کھڑے ہوتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ دروازہ ہی پر کھڑے کھڑے فاتحہ پڑھ لیتے۔ اور حاجی کفایت اللہ کو صفائی ستھرائی کا حکم دیکر دارالعلوم کی طرف روانہ ہو جاتے۔ دارالعلوم میں آنے کے بعد سب سے پہلے تھوڑی دیر کے لئے دفتر میں تشریف رکھتے منشی حضرات سے یومیہ آمد وخرچ کا رجسٹر طلب فرما کر اسکا معائنہ کرتے

اور دستخط فرما کر منشی کے حوالے کر دیتے ۔کبھی کلرکوں کی سرزنش کرتے ۔کبھی مٹھائی منگوا کر فاتحہ کے بعد انہیں پیار و محبت سے کھلاتے ۔پھر انہیں ضروری ہدایات کرنے کے بعد دفتر سے یومیہ آمدنی کا بچا ہوا حصہ ان سے وصول کر رجسٹر پر دستخط کرتے اور اس رقم کو اپنے ہاتھوں سے تجوری کے حوالے فرما دیتے ۔دفتری امور سے فارغ ہو کر سیدھے حضرت بحر العلوم کی درسگاہ میں تشریف لاتے جہاں پہلے ہی سے اساتذہ وطلبہ موجود ہوتے ۔آپ کے آتے ہی تمام حاضرین کھڑے ہو کر ترانہ صبح گاہی میں مصروف ہو جاتے ۔بڑے ہی والہانہ انداز میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا مشہور زمانہ سلام "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھا جاتا ۔سلام کے اختتام پر حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نہایت ہی الحاح وزاری کے ساتھ دعا فرماتے ۔پھر کبھی ضروری ہدایات کے لئے دار العلوم کے مدرس اول بحر العلوم کی درسگاہ میں بیٹھتے اور کبھی دعا کے فوراً بعد اپنی درسگاہ میں تشریف لے آتے ۔جب کبھی آپ کے پاس درس کی گھنٹی خالی ہوتی تو آپ دوسرے معلمین کی درسگاہوں میں تشریف لے جاتے اور انکے طرز درس و افہام کو بغور ملاحظہ فرماتے ۔کبھی کبھی ان درجات کو بھی دیکھ آتے جو روضہ اعلیٰ حضرت کی چھت اور کتب خانہ حامدی وغیرہ میں قائم ہوا کرتے تھے ۔سلام صبح گاہی کے بعد تمام معلمین و متعلمین تعلیم و تعلم میں مصروف ہو جایا کرتے تھے ۔

چونکہ دار العلوم کے اکثر طلبہ شہر کی مسجدوں میں امامت و خطابت کے مناصب پر مامور ہوا کرتے تھے ۔بعض بعض مسجدوں میں دو دو تین تین طلبہ رہا کرتے تھے ۔اس طرح ہزاروں طالب علموں کی گنجائش مساجد میں ہو جایا کرتی تھی ۔ان حضرات کی آمد میں کبھی دیر ہو جایا کرتی تھی تو حضور مفسر اعظم ہند باز پرس فرماتے تھے ۔دار العلوم کے درس و تدریس کا سلسلہ ایک بجے دن تک رہتا اور جمعہ کے دن عام تعطیل رہتی ۔ہر مدرس اپنے اپنے نظام الاسباق کا پابند ہوتا ۔مہینہ میں ایک بار تدریسی رپورٹ حضور مفسر اعظم ہند کی بارگاہ میں پیش کرنا ضروری ہوتا ۔جس سے معلوم ہوتا کہ کس جماعت کے طلبہ نے کتنی ترقی کی ہے؟ اور کون کون طالب علم درس سے غیر حاضر رہتا ہے؟ پھر آپ اسی رپورٹ کے مطابق مدرسین یا طلبہ کو ہدایات دیا کرتے تھے ۔حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ خود اپنے نظام الاسباق کی سختی سے پابندی فرماتے ۔اگر دو چار دنوں کے لئے کہیں تقریری و تبلیغی پروگرام میں جانا ناگزیر ہوتا تو آپ ضرور تشریف لے جاتے لیکن واپس آنے کے بعد وقت کی پرواہ کئے بغیر ناغہ شدہ اسباق کو پڑھانا آپ ضروری اور اپنی ذمہ داری خیال فرماتے ۔تاکہ سال کے اختتام پر کسی جماعت کی کوئی کتاب باقی نہ رہنے پائے ۔حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے نظام الاسباق کے علاوہ فیضان عام کے لئے کبھی تفسیر جلالین ،کبھی مشکوٰۃ المصابیح ،کبھی کتاب الشفاء للامام قاضی عیاض ۔اعام درس دیا کرتے تھے ۔جس کا انداز مناظرانہ اور مباحثانہ ہوا کرتا تھا ۔اس خاص درس میں دورۂ حدیث کے علاوہ متوسطین ومبتدئین طلبہ بھی شریک ہوا کرتے تھے ۔بلکہ بعض اساتذۂ کرام بھی شامل درس ہوا کرتے تھے ۔حالانکہ مذکورہ کتابوں کا بالاستیعاب درس دوسرے مدرسین حضرات کے پاس ہوا کرتا تھا ۔لیکن مفسر اعظم کے درس کی بات ہی نرالی تھی ۔اوقات درس کے بعد مدرسین وطلبہ اور ملازمین دار العلوم اپنی اپنی حاجتیں ضرورتیں حضور مفسر اعظم ہند کی خدمت میں پیش کرتے ۔حضور والا ہر

ایک کے الجھے ہوئے معاملات کو سلجھانے اور پریشانیوں کو دور کرنے کی علی الفور کوشش فرماتے۔ مدرسین و ملازمین اور طلبہ کو آپ کی حق گوئی و دادرسی پر اتنا بھروسہ تھا کہ وہ اپنے ذاتی معاملات میں بھی آپ سے مشوروں کے طالب ہوتے۔ مہینے کے اختتام پر درس و تدریس سے فارغ ہونے کے بعد مدرسین و ملازمین کو آپ اپنی درسگاہ اور کبھی دارالعلوم کے دفتر میں بلاتے،ان کی زبانی انکی کارگزاریوں کو سنتے پھرحسب ضرورت روپیہ تجوری سے نکال کر انکی تنخواہیں ادا فرماتے اور کچھ نصیحتوں سے بھی سرفراز فرماتے۔ دورۂ حدیث کے طلبہ اور وہ طلبہ جنکی مہمانی مسجد وغیرہ کہیں نہیں ہو پاتی ان سب کے لئے ۵۰-۵۰ روپیہ ماہانہ وظیفہ کے طور پر مقرر تھا اور اس زمانے میں اتنا روپیہ ایک شخص کے ماہانہ اخراجات کے لئے کافی ہوا کرتا تھا۔ان وظیفوں کی ادائیگی بھی عموماً مہینے کے اختتام پر ہی ہوا کرتی تھی۔

حضرت موصوف کے دوراہتمام میں کبھی کبھی ایسا وقت بھی آیا کہ مہینہ ختم ہوگیا اور دارالعلوم کی تجوری بالکل خالی رہی۔ دریں اثنا بعض ان مدرسین سے تو معذرت طلب کرلی جاتی جنہیں مساجد کے ذریعے کچھ یافت ہوجاتی تھی۔لیکن دیگر مدرسین وملازمین وطلبہ کے لئے آپ بہت زیادہ پریشان اور فکر مند ہوجایا کرتے اور کسی بھی جائز صورت سے وقت پر انکے مشاہروں اور وظیفوں کی ادائیگی کے لئے بے چین رہا کرتے اور کوئی نہ کوئی آمدنی کی سبیل اللہ جل شانہٗ پیدا فرمادیتا۔جس سے مشاہروں اور وظیفوں کی ادائیگی آسانی کے ساتھ ہوجایا کرتی تھی۔ ایک دو بار ایسا بھی ہوا کہ مشاہروں اور وظیفوں کی ادائیگی کے لئے اہل خانہ کے زیورات اور قیمتی اثاثے کو بھی فروخت کرنا پڑا۔ لیکن واہ رے اہل خانہ کہ انکی پیشانیوں پر بل تک نہیں آیا۔جزاہ من اللہ سبحانہٗ خیر الجزاءٗ بلکہ ایک عظیم کار خیر سمجھ کر اپنے زیورات اور اثاثۂ خانہ کو حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حوالے کرتی رہیں۔کبھی کبھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک ورود اسم اعظم کا سایہ مجھ پر ہے مدرسے کے اخراجات کے لئے بظاہر نفسیاتی طور پر متفکر تو ہوسکتا ہوں مگر بعونہ تبارک وتعالیٰ کسی غیر کے آگے دست سوال پھیلانے کی نوبت نہیں آسکتی ہے۔

یاد رہے کہ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے دور گرامی میں عمارت دارالعلوم یا روضہ امام اہل سنت علیہ الرحمہ کے بالائی حصہ میں کتب خانہ حامدی اور وسیع وعریض چھت بنوائی گئی وہی سب عمارتیں حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وقت تک رہیں۔ عمارتوں میں کوئی اضافہ یا توسیع نہیں ہوئی۔ البتہ ۷۶؁ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء کے اوائل میں جب مصر کے جامعہ ازہر سے عربی ادب کے اساتذہ کے آنے کی باتیں مکمل ہوگئیں تو حضور والا کو ان اساتذہ کے قیام گاہ و درسگاہ کی فکر ہوئی۔غور وفکر کے بعد یہ طے پایا کہ روضۂ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی چھت بہت وسیع ہے کیوں نہ اسی پر کمرے بنا دیئے جائیں۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب محلہ سوداگران میں مسجد رضا،دارالعلوم،روضۂ امام اہل سنت اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی قیام گاہ کے علاوہ کوئی دوسری جگہ یا دوسرا مکان کسی مسلمان کا نہیں تھا۔ چنانچہ مذکورہ چھت کے مشرقی کنارہ پر دو پختہ خوبصورت کمرے بنائے گئے۔جس کے ساتھ غسل خانہ اور پاخانہ ملے ہوئے تھے۔ جامعہ ازہر سے بجائے دو کے صرف ایک استاد

آئے جن کا نام عبدالتواب تھا۔ انکی قیام گاہ و درسگاہ یہی دونوں کمرے قرار پائے۔

حضور مفسر اعظم ہند ٹھنڈے ٹھنڈے مشروبات زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اسی لئے کئی بار نمونیہ جیسی موذی بیماری سے دو چار ہوئے مگر علالت کے عالم میں بھی دارالعلوم کا خیال اور درود اسم اعظم کا وظیفہ جاری رہا۔ جب علالت نے طول کھینچا اور گویائی قریب بند ہونے کے ہوگئی حتیٰ کہ سنت ونوافل نمازیں بھی کسی دوسرے کی اقتداء میں پڑھنے کی نوبت آگئی اس وقت بھی کلمۂ طیبہ اور درود اسم اعظم تو صاف طور پر ادا فرماتے رہے۔ بقیہ باتیں تحریری طور پر ہوا کرتی تھیں۔ حضرت بحرالعلوم اور مفتی جہانگیر صاحبان علیہما الرحمۃ والرضوان روزانہ آپکی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور دارالعلوم سے متعلق حضرت کی ہدایات پر سختی سے عمل کرتے اور دوسرے مدرسین و ملازمین کو عمل کرنے پر مجبور کرتے۔ جب آپکی علالت زیادہ بڑھنے لگی تو آپ کے خلف اکبر ریحان ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد ریحان رضا خان صاحب قبلہ عرف رحمانی میاں علیہ الرحمہ اکثر و بیشتر آپکی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ دارالعلوم سے متعلق گفتگو فرماتے جب حضور جیلانی میاں علیہ الرحمہ نے دارالعلوم کو اپنے اہتمام سے محروم ہونے کے قریب محسوس فرمایا تو اپنے خلف اکبر کو دارالعلوم کے مدوجزر سے آگاہ فرمایا اور تاکید فرمائی کہ میرے بعد اس گلشن صدا بہار پر خزاں کا کوئی اثر نہیں ہونا چاہئے۔ جس طرح مجھے اس یادگار اعلیٰ حضرت کے لئے سب کچھ قربان کردینا پڑا اگر دارالعلوم تم سے بھی قربانی کا مطالبہ کرے تو تم کسی طرح گریز مت کرنا اور اعلیٰ حضرت کی یادگار سے بے نیاز مت ہونا۔ بعدہٗ مفسر اعظم ہند قدس اللہ سرہٗ نے اپنے صاحب زادۂ اکبر کو خاندانی روایات کے مطابق اہتمام دارالعلوم سجادۂ اعلیٰ حضرت اور دیگر آراضیات موقوفہ کا متولی قرار دیا اور عرس اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کو شایان شان طریقے پر منانے کا حکم دیا۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ حضرت کی کمزوری دن بدن بڑھتی جارہی تھی یہاں تک کہ جون کی ۱۲ رتاریخ اور صفر المظفر کی ۱۱ رتاریخ آئی شدت کمزوری کے باوجود علی الصباح بیدار ہوئے استنجا اور وضو فرمایا اور نماز فجر سے فارغ ہوکر جائے مصلیٰ کے بستر پر لیٹ کر اوراد و وظائف میں مشغول ہوگئے۔ اسی اثناء میں حضرت رحمانی میاں قبلہ علیہ الرحمہ اور آپکی چھوٹی صاحبزادی آپکی خدمت میں باریاب ہوئیں۔ حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے دونوں کے سلام کا جواب دیتے ہوئے اپنے ہاتھ پاؤں سیدھے کر لئے، لبوں پر مسکراہٹ جاری ہوگئی کسے خبر تھی کہ یہ مسکراہٹ وصال یار کا استقبال ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ ع

نشان مرد مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب او

آپ کے صاحب زادۂ باوقار علوم وفنون اسلامیہ کے تاجدار حضرت علامہ الحاج الشاہ اختر رضا خان ازہری صاحب زید مجدہٗ ولطفہ جو اس وقت جامعہ ازہر مصر میں مصروف تعلیم تھے۔ وہیں سے پکار اٹھے۔

مثل گل ہنگام رخصت مسکراتے ہی رہے
پیکر صبر و رضا تھے شاہ جیلانی میاں

بڑے صاحب زادے (مفکر اسلام ابوالنجم حضرت علامہ

مفتی محمد ریحان رضا خاں عرف رحمانی میاں علیہ الرحمہ) اور چھوٹی صاحبزادی نے خیریت دریافت کی تو اثبات میں صرف سر ہلا دیا عین اسی وقت آپکے سر مبارک سے ڈیڑھ فٹ بلند ایک دائرہ نما سبز روشنی چمکی جس سے منور شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ اس شعاع کی ایک کرن آپکی پیشانی پر اور دوسری کرن آپکے نورانی چہرے پر چھا گئی۔ ایسا محسوس ہوا کہ اس کے انوار آنکھوں میں اتر رہے ہیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت ریحان ملت علیہ الرحمہ نے عرض کیا ابا! کیا بات ہے؟ حضرت والا نے دوبارہ اثبات میں سر ہلا دیا اور چہرہ کو قبلہ رخ کر لیا۔ آپکی اہلیہ محترمہ علیہا الرحمہ خیرہ اور دودھ کی پیالی لیکر حاضر ہوئیں صرف ایک چمچہ حلق سے نیچے اتر سکا اور پھر آپ نے آنکھیں بند کرلیں۔ البتہ لب ہلتے رہے۔ آپکے پرنور چہرے کی رنگت اور بھی زیادہ نکھر گئی۔ پھر لبوں کا ہلنا بھی موقوف ہو گیا۔ اس وقت صبح کے سات بج رہے تھے ٹھیک اسی وقت روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۲ر صفر المظفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۳ر جون ۱۹۶۰ء بروز اتوار بعد نماز فجر آپ کے جنازہ کا جلوس خواجہ قطب سے نو محلہ مسجد کے لئے روانہ ہوا۔ لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ نو محلہ مسجد کی افتادہ زمین جو کسی میدان سے کم نہیں ہے اس میں نماز جنازہ کی صف بندی دشوار ہوگئی۔ لہٰذا اسلامیہ انٹر کالج کے وسیع میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ پھر وہ جلوس وہاں سے محلہ سوداگران میں آیا اور آپ کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ علیہ الرحمہ کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے سلا دیا گیا۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

در شان استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی عبد الجلیل نعیمی علیہ الرحمہ

از قلم:- شکیل احمد رضوی، مدھے پورہ مدھوبنی، بہار

عشق و عرفاں کی یہ کہانی	سنئے شکیل احمد کی زبانی
حال مفتی صاحب سنئے	عشق و وفا کے موتی چنئے
ناشر مسلک اعلیٰ حضرت	مخلص قائد اہل سنت
فکر رضا سے رہبری پائی	سادگی پائی تازگی پائی
پنچی علاقے کا وہ فاتح	دین کا رہبر قوم کا مصلح
ایسے شاہ فکر و نظر تھے	صدر الافاضل کا مظہر تھے
ان کی پیاری ذات انوکھی	ان کی ہر ایک بات انوکھی
ساری تدریسات نرالی	ساری تحقیقات نرالی
اک عالم میں نام ان کا ہے	ایسا دلکش کام ان کا ہے
کھولے آپ نے ایسے ادارے	قوم کو جس سے ملے سہارے
شیریں سخن شائستہ لہجہ	ناز کرے اردوئے معلیٰ
طرز استدلال تھا دلکش	سن کے مخاطب کرتے عش عش
مفتی اعظم کو بھی بلایا	گنبد خضریٰ دل میں بسایا
دے کر آپ کو اپنی خلافت	بخشی اس حلقے کی نیابت
سیکڑوں علما کو پنچی میں	خوب بلایا اس بستی میں
ایک مدرسہ ایسا دیا ہے	ہر سو جس کی پھیلی ضیاء ہے
فخر سے سر اہل سنت کا	کر گئے مفتی صاحب اونچا
کون ہے اپنا کون ہے پرایا	ہم سب کو آئینہ دکھایا
اپنے دل کے راز بتائے	جینے کے انداز بتائے
تنہا ہو کر بھی بھاری تھے	ہیبت لاکھوں پر طاری تھی
آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے	حشر تلک تابندہ رہیں گے

بادشاہوں نے بھی بے شمار گستاخوں کے سر قلم کروائے۔

صوفی ازم کے نام پر آج جو کچھ ہو رہا ہے، وہ صوفیائے کرام پر بدترین بہتان ہے، صوفیائے کرام "اشداء علی الکفار رحماء بینھم " کے سچے علم بردار تھے، یہ کہنا کہ برے کو برانہ کہو سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، اگر ایسا نہیں تو اسلام کی دعوت چہ معنی دارد؟ بزرگانِ دین نے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی ہے، صاحب قرآن نبی علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی پیروی کی ہے، لیکن گستاخ رسول سے اخوت و محبت بزرگانِ دین کا مسلک و مشرب کبھی نہیں رہا۔ کیا ائمہ اربعہ صوفی نہیں تھے؟ وہ صوفی اور صوفی گر بھی تھے ان ائمہ کا احسان صبح قیامت تک امت مسلمہ پر ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک تھا "بے پروائی اور سستی کے باعث نماز چھوڑ دی ہے، نماز کے لئے اس کو بلایا گیا مگر اس نے نماز نہیں پڑھی اور اس نماز کے بعد والی نماز کا وقت بھی تنگ ہو گیا اس وقت یہ شخص بھی کافر ہو جائیگا" (غنیۃ الطالبین، ص515)۔

جب بے نمازی کے بارے میں اتنا سخت فتوی انہوں نے دیا تو اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گستاخ رسول کی سزا ان کے نزدیک کتنی سخت ہوگی۔

صوفی ازم کے سب سے بڑے پرچارک آج وہ ہیں جنھیں اعلیٰ حضرت سے بغض ہے، حب علی و بغض معاویہ کے مصداق ہیں، انہیں اولیائے کرام سے محبت نہیں، مگر اعلیٰ حضرت کی دشمنی میں اولیائے کرام سے محبت کا دم بھر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صوفی ازم کے سب سے بڑے مخالف یہی لوگ ہیں۔ ان بدباطنوں کے نزدیک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا جرم صرف اتنا ہے کہ اعلیٰ حضرت پوری زندگی "اشداء علی الکفار رحماء بینھم " پر عمل کرتے رہے۔ یہ الزام پروپیگنڈہ کرنے والے مغربی تہذیب و تمدن کے دلدادہ ضمیر فروش نادانوں کا ہے۔ ایسے لوگوں کا چہرہ عوام کے درمیان بے نقاب کر کے ان کے ناپاک منصوبے کو ناکام کیا جائے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مولی ہم تمام مسلمانوں کو جن و انس کے شیاطین سے محفوظ و مامون فرمائے، اہل سنت و جماعت مسلکِ اعلیٰحضرت کے عقائد و معمولات پر خاتمہ بالخیر فرمائے۔ امین

نعت پاک

از:- جناب عرفان فتح پوری صاحب

زندگی کا مری ہر لمحہ منور ہوتا
کاش سرکار کے قدموں میں مرا سر ہوتا
مجھ پہ رکھ کر کے قدم خطبہ شہ دیں پڑھتے
مسجد نبوی کا اے کاش میں منبر ہوتا
دو رکعت خلد کی کیاری میں پڑھوں جا کے نماز
اے خدا ایسا ہمارا بھی مقدر ہوتا
سر پہ نعلین نبی رکھنے کو مل جاتیں اگر
باخدا میں بھی مقدر کا سکندر ہوتا
جنگ کرنے کے لیے جاتے اگر میرے حسین
ساتھ میں ان کے نہ چھ ماہ کا اصغر ہوتا
کربلا میں تھا فقط صبر دکھانا مقصود
وہ اگر چاہتے ٹھوکر میں سمندر ہوتا

تجلیات نعت

نعت پُر نور حسن۔ بہ بارگاہ سلطان زمن (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

از:۔رشحات قلم ضیغم اہل سنت علامہ محمد حسن علی رضوی میلسی پاکستان

واہ کیا نور ہے اعلیٰ و نرالا تیرا — نوری کرنیں ہیں تری نور کا حالا تیرا
شرق تا غرب ہوئے تیری ضیاء سے روشن — نور اعلیٰ ہے تیرا حسن ہے بالا تیرا
قصر شام نظر آئے ہیں تجلی سے تری — نور ایسا ہے تیرا نوری تجلا تیرا
عرش تا فرش ہوئے نور سے روشن تیرے — کوئی پوچھے تیری اسی سے اجالا تیرا
گم شدہ سوئی ملی تیرے تبسم سے شہا — نور ایسا ہے ترا نوری چمکنا تیرا
چاند سورج بھی ہوئے تیری ضیا سے روشن — ارض و افلاک میں پھیلا ہے اجالا تیرا
آپ کے نور سے روشن در و دیوار ہوئے — نور ایسا ہے تیرا نور کا ہالہ تیرا
حضرت جابر کو نظر آیا انہوں نے دیکھا — چاند سے بڑھ کے منور ہے یہ چہرہ تیرا
تیرے دندان سے نکلتی ہیں وہ نوری کرنیں — فہم و ادراک سے اونچا ہے یہ جلوہ تیرا
تیرے اصحاب ہدایت کے ہیں نوری تارے — سب یہ صدقہ ہے وسیلہ ہے عطیہ تیرا
نوری کرنیں ہیں تری حسن سے تیرے حسین — نوری سرکار ہے سب نوری گھرانہ تیرا
غوث اعظم ہیں تیرے نور کا جلوہ پیارے — نور سارا ہے تیرا فیض کا دریا تیرا
میں ہوں ادنیٰ سگ دربار مارہرہ شہا — نور برساتا رہے قبر میں جلوہ تیرا
تیرے اچھوں نے کیا ہے بڑا اچھا میرا — سب یہ صدقہ ہے ترا اور وسیلہ تیرا
میں رضا کار رہا غوث و رضا کا پیارے — نام ہر گام پہ لیتا رہا آقا تیرا
تیرے خالق نے تجھے نور بنا کر بھیجا — تو ہے نور مجسم اور نور سراپا تیرا
ورفعنا سے تری رفعت شاں ہے ظاہر — بحر و بر شمس و قمر میں ذکر ہے اونچا تیرا
فرق اقدس پہ ترے نوری عمامہ تیرا — نوری چادر ہے تری نور دوشالہ تیرا
سچ کہا میرے رضا نے اور حقیقت یہ ہے — شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا
نعت پُر نور حسنؔ صدقے میں رضا کے لکھی — یہ تصرف ہے ترا غیبی اشارہ تیرا

حضور صاحب سجادہ-بنگلہ دیش کی سرزمین پر

بنگلہ دیش کی راجدھانی ڈھاکہ کی سرزمین پر وہابی وہشت گردی کے خلاف منعقد ہونے والی ایک روزہ انٹرنیشنل کانفرنس کی روداد ستاتی تحریر

از:- مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت واستاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

وہابی دہشت گردی کے خلاف کامیاب تحریک کے اثرات

حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی کی سرپرستی میں عرس رضوی منعقدہ ۱۶، ۱۷، ۱۸ر دسمبر ۲۰۱۰ء میں وہابی دہشت گردی اور وہابی افکار ونظریات کے خلاف نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ جو تحریک مرکز اہل سنت بریلی شریف سے چلائی گئی تھی الحمدللہ! اس کے کامیاب اثرات اب کافی حد تک دنیا کے ہر گوشے میں دکھائی دینے لگے ہیں۔ ادھر چند برسوں سے ہماری ساری توانائی آپسی انتشار واختلاف اور افتراق اہل سنت میں خرچ ہورہی ہے۔ کل تک ہماری جوقوت وطاقت گمراہ فرقوں کے رد وابطال اور صلح کلیت کے ردّ وطرد میں لگی ہوئی تھی اس کا رُخ ادھر کئی سال سے خود ہماری ہی طرف ہو گیا ہے۔ لہٰذا وہابیت کے خلاف اس تحریک کے چلانے کا ہمارا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہمارے ردّ وطرد کے زور کا سارا کا سارا رُخ پھر سے انہیں گمراہ فرقوں کے ردّ وابطال کی طرف مڑ جائے کیونکہ ہمارے جماعتی انتشار وافتراق کی وجہ سے گمراہیت وصلح کلیت اہل سنت و جماعت کے درمیان بہت تیزی سے پیر پسارنے لگی تھی چنانچہ اسی درمیان پوری دنیا دہشت گردی کی آگ میں جھلسنے لگی اور لوگ دہشت گردی نیز دہشت گردوں سے بے پناہ نفرت کا اظہار کرنے لگے چنانچہ ہم نے بھی قدرت کی جانب سے عطا کیے ہوئے اس سنہرے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دہشت گردوں، دہشت گردی اوران کے وہابیت سے جڑے ہوئے رشتے کو دنیا والوں کے سامنے بے نقاب کرنے کے لیے وہابی دہشت گردی کے خلاف اعلان جنگ کردیا تاکہ پوری سنی دنیا میں مرکز اہل سنت کی اس تحریک کی بنیاد پر وہابیت اور وہابی دہشت گردی کے خلاف ایک متحدہ محاذ تیار ہوسکے۔ چنانچہ آج ہر ملک اور ہر خطے میں وہابیت اور وہابی دہشت گردی کے خلاف برسر عام تحریری اور تقریری طور پر بحث و مباحثوں کا بازار گرم ہے۔ لوگ جگہ جگہ کانفرنسیں، جلسے، سیمنارس اور مباحثہ کی محفلیں منعقد کررہے ہیں۔

ڈھاکہ میں وہابی دہشت گردی مخالف انٹرنیشنل کانفرنس:-

چونکہ مرکز اہل سنت سے چلنے والی اس تحریک کے روح رواں حضور صاحب سجادہ مدظلہ النورانی ہیں جس کی وجہ سے ملک و بیرون ملک میں منعقد ہونے والی دہشت گردی مخالف کانفرنسوں میں آئے دن آپ کو شرکت کے دعوت نامے موصول ہورہے ہیں۔ مگر اپنی ناسازیٔ طبع اور مرکز اہل سنت کی بے شمار ذمہ داریوں کی وجہ سے آپ کہیں جانے سے معذرت کرلیتے ہیں مگر اہل بنگلہ دیش کے بے پناہ اصرار کی وجہ سے آخر کار ڈھاکہ کی سرزمین پر مؤرخہ ۱۴ر مارچ کو منعقد ہونے والی وہابی دہشت گردی مخالف اس کانفرنس میں شرکت کرنے کی آپ نے حامی بھرہی لی۔ چنانچہ مؤرخہ ۱۲ر مارچ ۲۰۱۶ء کو اپنے اجداد کرام کی تربتوں سے فیض حاصل کرتے ہوئے ان کے روحانی سائے بان میں رضا نگر محلہ سوداگران سے ۳ر بجے شب میں راقم الحروف (محمد سلیم بریلوی)، پولس کانسٹیبل بھائی محمد احمد

اور منظور احمد کی معیت میں دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔ روڈ خالی تھا انتہائی برق رفتاری کے ساتھ گاڑی دہلی کے لیے رواں دواں تھی اور جس وقت ہم لوگ حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پر پہنچے تو وقت فجر ختم ہونے والا تھا لہٰذا سب سے پہلے مزار مبارک کی مغربی سمت میں واقع مسجد میں نماز فجر ادا کی، مزار مبارک پر والہانہ حاضری دی، صلوٰۃ وسلام اور فاتحہ خوانی کی، حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ کے آستانہ پر بھی درود وسلام اور فاتحہ خوانی کی ادائگی ہوئی۔ پھر سلسلہ قادریہ کے عظیم بزرگ حضرت ابراہیم ایرجی علیہ الرحمہ کی تربت پاک کی سمت کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی کی۔ شجرۂ رضویہ میں موصوف کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔

بہر ابراہیم ہم پر نار غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے

حاضری کے بعد ایئر پورٹ چلے گئے جہاں ضابطہ کی کاروائی کرانے کے بعد امیگریشن زون میں داخل ہو گئے۔

حضور صاحب سجادہ کی جرأت وبیباکی:- امیگریشن زون ایئر پورٹ کا انتہائی حساس اور محفوظ حصہ ہوتا ہے۔ جہاں پر لب کشائی انسان کو بہت سے نقصانات سے دو چار کر دیتی ہے۔ مگر اس حساس زون میں بھی امام احمد رضا کے شہزادے نے اپنے حق کے حصول اور غلط بات برداشت نہ کرنے کی اپنے خاندانی نشان امتیاز سے کسی مصلحت اور ذاتی نقصان کے خدشے کے تحت کوئی سمجھوتہ نہ کیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ امیگریشن کے لیے جب ہم لوگ کاؤنٹر پر پہنچے تو چونکہ آج ہندوستان کی فضا میں مسلمانوں کے خلاف جس تعصب کا زہر گھل چکا ہے اس سے حکومت کا کوئی بھی شعبہ محفوظ نہیں ہے لہٰذا امیگریشن کرنے والے آفیسر نے مہر لگانے کے بعد حضور صاحب سجادہ سے یہ کہا کہ میں نے آپ کی جملہ کاروائی تو مکمل کر دی مگر آپ کے پاسپورٹ کی جلد اکھڑی ہوئی ہے اس لیے واپس آنے کے بعد اسے نیا بنوا لیجئے گا۔ چونکہ یہ پاسپورٹ بالکل صحیح تھا اس کے ہاتھ میں جانے کے بعد ہی اس کی جلد اکھڑی تھی آپ نے برملا بہت تیز آواز میں اور رضوی جاہ وجلال میں فرمایا کہ یہ پاسپورٹ تم نے پھاڑا ہے اور اب مجھے کہیں نہیں جانا۔ میں تمہارے خلاف کاروائی کروں گا۔ اتنے حساس محکمے اور اتنے اہم آفیسر سے اس لب ولہجے میں بات کرنا یہ کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ اس لیے انہوں نے بھی یہ سمجھ لیا کہ ضرور ان کی شخصیت میں کوئی اہم بات تو ضرور ہے جو اتنی بے باکی سے یہ گفتگو کر رہے ہیں چنانچہ آپ نے اپنے اسی جاہ وجلال کے تیور کا اظہار ایئر پورٹ اتھارٹی منیجر کے کیبن میں بھی کیا جہاں سکیورٹی اور ایئر پورٹ مینجمنٹ سے متعلق کئی اہم آفیسر جمع ہو چکے تھے۔ آپ کے جاہ وجلال اور آپ کے چہرے میں نظر آنے والے مشائخ رضویہ کے روحانی اثرات کو شائد ایئر پورٹ اتھارٹی منیجر بھانپ گیا اور جب میں نے اس کے سامنے درگاہ اعلیٰ حضرت کے حوالے سے آپ کا تعارف کرایا تو وہ بے پناہ متاثر ہوا اور اس نے امیگریشن آفیسر سے نہ صرف یہ کہ معافی منگوائی بلکہ ایک تحریر بھی لکھوائی ساتھ ہی انٹیلی جینس بیورو سے متعلق دو آفیسروں کو بھی ہمارے ساتھ میں یہ کہہ کر روانہ کیا کہ آپ کو چیکنگ وغیرہ میں کوئی دقت نہ آئے اس لیے انہیں عزت وتکریم کے ساتھ فلائٹ گیٹ تک چھوڑ کر آؤ۔ دو پہر دو بجکر دس منٹ پر ہمیں جیٹ ایئر ویز کی پرواز نمبر 0270 سے ڈھاکہ جانا تھا۔ مقررہ وقت پر ہمارے طیارے نے فضا میں پرواز کی۔ تقریباً ۲ رگھنٹہ ۱۰ رمنٹ کے فضائی سفر کے بعد ڈھاکہ کے وقت کے مطابق ۴ ربجکر ۱۵ رمنٹ پر حضرت شاہ جلال انٹرنیشنل ایئر پورٹ ڈھاکہ کی سرزمین پر ہمارے طیارے نے لینڈ کیا۔ ضابطہ کی کاروائی کے بعد ایئر پورٹ سے جب ہم باہر آئے تو ایک جم غفیر

وہاں شہزادہ اعلیٰ حضرت کے استقبال کے لیے اپنے چشم ودل کو فرش راہ کیے ہوئے تھا۔نعرۂ تکبیر ورسالت اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت زندہ آباد کے فلک شگاف نعروں نے پورے ایئر پورٹ کی توجہ آپ کے چہرے پر مرکوز کر دی۔آخر کار سکیورٹی نے گزارش کر کے وہاں سے بھیڑ کو ہٹانا شروع کیا۔کانفرنس وہاں کے ریلوے گراؤنڈ میں تھی لہٰذا اسی سے متصل قیام گاہ پر ہمیں لے جایا گیا۔عقیدت مندوں سے ملنے ملانے کے بعد کچھ دیر آرام کیا اور پھر رات ساڑھے آٹھ بجے کانفرنس میں شرکت کے لیے جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ڈھاکہ پولیس کا اسپیشل حفاظتی دستہ حضور صاحب سجادہ کی گاڑی کو پائلٹ کرتا ہوا اسٹیج تک لے گیا۔تقریباً ایک لاکھ سے اوپر کا مجمع آپ کے دیدار کے لیے تڑپ رہا تھا۔بہت طویل وعریض اور اونچا اسٹیج بنگلہ دیشی علمائے اہل سنت سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔آپ کے دیدار سے ان لوگوں میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ گئی۔آپ کے حکم سے وہابیت،وہابی دہشت گردی اور گمراہ فرقوں کے ردّ وابطال اور اس سلسلہ میں امام اہل سنت اور خانوادۂ رضویہ کے اہم کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے راقم الحروف نے تقریباً آدھے گھنٹے کا خطاب کیا۔خطاب کے بعد آپ کے دست حق پرست پر بیعت کا اعلان ہوا۔پورا مجمع بیعت ہونے کے لیے اسٹیج کی طرف سمٹ آیا۔بے شمار علماء ومشائخ کے ساتھ ہزاروں لوگ بیعت کے مخصوص الفاظ کہتے ہوئے سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل ہوئے۔آپ کی پُر سوز دعا پر آمین کی صدائیں اشک آلود لب ولہجے میں سنائی دی جانے لگیں۔ہزاروں لوگوں سے ملتے ملاتے قیام گاہ پہنچے۔دوسرے دن صبح کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا ہارون رشید صاحب،ان کے بیٹے مشکوٰۃ صاحب اور چھوٹے بیٹے تہذیب صاحب آپ کو لے کر اپنے گھر بھیرو بازار ضلع کشور گنج پہنچے جہاں آپ کے بیشمار مریدین ومتوسلین اور خلفاء نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔آپ کے ایک اور خلیفہ مولانا سراج نگری اور مولانا جلال الدین آخونجی صاحب کی دعوت پر حبیب گنج کانفرنس میں پہنچے۔یہ ۱۳ رتاریخ تھی یہاں بھی راقم کے خطاب کے بعد ہزاروں لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔کانفرنس میں آپ کی پُر سوز دعا کے بعد ہم لوگ حضرت سیدنا شاہ جلال الدین یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری دینے کے لیے سلہٹ شریف پہنچے۔رات کے تقریباً ۲ ربج چکے تھے۔چنانچہ یہیں قیام کیا۔بعد نماز فجر دوبارہ حاضری دے کر مولانا آخونجی صاحب کے گھر دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے واپس مولانا ہارون رشید صاحب کے گھر پر آ گئے۔جہاں رات میں انہوں نے ایک کانفرنس کا انعقاد کر رکھا تھا۔۱۴ رتاریخ کی رات میں اس کانفرنس کی حضرت نے سرپرستی فرمائی۔مولانا ہارون رشید صاحب کے داماد نے حضرت کے لیے سپاس نامہ پڑھا۔ چاٹگام کے علماء نے حضرت کو استقبالیہ پیش کیا۔مشکوٰۃ صاحب نے نظامت کی۔فقیر نے تقریر کی اور پھر حضرت نے بیشمار لوگوں کو داخل سلسلہ فرما کر دعا کی۔صلوٰۃ وسلام ہوا۔کچھ دیر آرام کرنے کے بعد بعد نماز فجر ڈھاکہ کے لیے روانہ ہو گئے جہاں ساڑھے دس بجے جیٹ ایئرویز کی پرواز نمبر 0271 سے ہمیں دہلی واپس آنا تھا۔اہل عقیدت نے اشک بار آنکھوں سے حضرت کو الوداع کہا۔ضابطہ کی کاروائی کے بعد جہاز دہلی کے لیے پرواز کر گیا۔تقریباً ۱ ربجے دوپہر کو دہلی ایئر پورٹ پر اترے پھر یہاں سے بذریعہ کار بریلی شریف سالماً،غانماً سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیار عشق و محبت میں پہنچ گئے۔اس سفر میں سلسلہ رضویہ کا خوب فروغ ہوا۔مرکز اہل سنت کا علمائے اہل سنت بنگلہ دیش سے رابطہ مضبوط ہوا اور سب نے مرکز کے تئیں اپنی وفاداری اور جانثاری کا حضور صاحب سجادہ مدظلہ النورانی کو یقین دلایا۔

امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کا شاہکار

فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲ر جلدوں کی تکمیل، تخریج اور ترتیب جدید

عرصہ دراز سے فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدوں کی اشاعت ہو رہی ہے، چند سال سے ترجمہ و تخریج کے ساتھ اب یہ تیس جلدوں میں بھی چھپ رہی ہے۔ "امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف" نے چار پانچ سال قبل یہ پروگرام بنایا تھا کہ بارہ جلدوں کی ترتیب جدید، تخریج اور تکمیل یعنی جو رسائل اس میں شامل ہونے سے رہ گئے یا غیر مرتب انداز میں شامل ہوئے ان سب کو فقہی ابواب کی ترتیب کے ساتھ فتاویٰ میں شامل کیا جائے اور جدید کمپوزنگ اور کامل تصحیح کے ساتھ اس کو شائع کیا جائے۔ لہٰذا مفتیان کرام اب چوتھی اور آخری مرتبہ اس کی پروف ریڈنگ میں مشغول ہیں۔

واضح رہے کہ قدیم ۱۲ر جلدوں میں فتاویٰ کے علاوہ ایک سو بیس (۱۲۰) رسائل رضویہ شامل ہیں، مگر ہماری اس جدید اشاعت میں رسائل کی تعداد (۲۲۰) سے بھی زیادہ ہوگی، ساتھ ہی یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ اعلیٰ حضرت کے دو سو کے قریب فتاویٰ ان جلدوں میں وہ بھی ہوں گے جو اس سے پہلے کسی اشاعت میں نہیں تھے، یہ بعد میں دستیاب ہوئے ہیں اور ان سب کا حوالہ بھی ہوگا۔

بحمدہ تعالیٰ اب یہ کام آخری مراحل میں ہے اور ہم اس کو درمیانی سائز 20×30/8 میں تقریباً ۲۰ر جلدوں میں شائع کریں گے، مزید اس میں ایک پروگرام یہ بھی ہے کہ ہم اس کی عام فہرست مسائل کے علاوہ ایک ایسی فہرست بھی مرتب کریں جو حروف تہجی کی ترتیب پر ہو اور مسائل تلاش کرنے والے حضرات کو درپیش مسئلہ کا ایک لفظ بھی یاد ہو تو وہ اردو لغات کی طرز پر نہایت سہل انداز میں تلاش کر سکیں۔

واضح رہے کہ اگر یہ فہرست تیار ہو گئی تو یہ بھی چار یا پانچ جلدوں میں ہوگی، اس طرح اب جلدوں کی تعداد ۲۵ر تک پہنچ سکتی ہے۔

لہٰذا اس جدید ایڈیشن کی خصوصیات اس طرح ہیں:

(۱) قدیم سیٹ میں ۱۲۰ر رسائل ہیں، اس میں ۲۲۰ر سے بھی زیادہ ہوں گے۔

(۲) قدیم میں عبارات کی تخریج نہیں، اس میں مکمل عبارات کی تخریج ہوگی۔

(۳) قرآن کریم کی آیات نہایت واضح انداز میں خوبصورت کتابت اور رسم عثمانی کے مطابق ہوں گی۔

(۴) احادیث کریمہ بھی نمایاں انداز میں تحریر ہوں گی اور ان میں ضروری مقامات پر اعراب وغیرہ بھی ہوں گے۔

(۵) جدید ترتیب، پیراگراف، کوماڈش وغیرہ، موزوں کتابت کی رعایت اردو اور عربی دونوں میں ہوگی۔

(۶) ہر رسالہ نئے صفحے سے شروع ہوگا اور ذیلی سرخیاں بھی قائم کی جائیں گی۔

(۷) دو سو کے قریب جدید فتاویٰ ہوں گے اور ان میں سب کی نشاندہی بھی ہوگی کہ کہاں سے لیے گئے ہیں۔

ان تمام خوبیوں کے ساتھ انشاء المولیٰ تعالیٰ یہ کامل و اکمل خوبصورت سیٹ ماہ رمضان المبارک کے بعد منظر عام پر آ جائے گا۔

نوٹ: جو حضرات اپنا سیٹ بک کرانا چاہیں وہ ایک فون کے ذریعے بک کراویں اور اپنا مکمل پتہ مع پن کوڈ ایس ایم ایس کر دیں، یہاں ریکارڈ میں اس کو محفوظ رکھا جائے، ماہ رمضان کے بعد جب جلدوں کی تعیین ہو جائے گی تو رسائل میں اشتہارات اور آپ کے نام پوسٹر کے ذریعہ اطلاع دیدی جائے گی۔

رابطہ کا پتہ: امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف، یو۔پی (انڈیا) 243502

Mob: 0963401427 , 9760381629 ,9259476608 ,08410236467

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P./BR-175/15-17
PUBLISHING DATE : 14th] EVRY ADVANCE MONTH
POSTING DATE : 18th
PAGES : 64 PAGE WITH COVER WEIGHT 80 GRM

Rs. 20/-

Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian)

May- 2016



زیر تعمیر حامدی و نوری مہمان خانہ کا تعمیری منظر





زیر تعمیر حامدی و نوری مہمان خانہ

مرکز اہلسنت درگاہ اعلیٰ حضرت پر دنیا کے خطہ خطہ سے عقیدت مند کثیر تعداد میں حاضری دیتے ہیں جن میں امیر و غریب ہر طبقے کے لوگ ہوتے ہیں۔ صاحب ثروت حضرات تو کرائے کے ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں میں اپنے قیام کا انتظام کر لیتے ہیں مگر غریب و نادار عقیدت مند حضرات کرائے پر قیام گاہ حاصل کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ لہٰذا ایسے عقیدت مندوں کی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں "سبحانی میاں" مدظلہ النورانی نے اپنی جیب خاص سے ایک "**مفت مہمان خانہ**" تعمیر کرانے کا فیصلہ فرمایا۔ الحمد للہ ایک منزل پر لنٹر پڑ چکا ہے اور اب یہ تکمیل کے مرحلہ میں ہے۔ (محمد سلیم بریلوی)

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian". Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)